آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ✦ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد (۶) — بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۷ء — نمبر (۱۰)

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰- اکتوبر ۱۹۰۷ء کو مینجر میگزین کے اہتمام سے شایع ہوا- چندہ سالانہ عہ

مندرجہ ذیل کتابیں دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور سے بذریعہ قیمت طلب پیکٹ مل سکتی ہیں انکا مطالعہ مذہبی تحقیقات اور تاریخی معلومات اور مخالفین کے اعتراضات کی تردید کے لیے نہایت ضروری ہے۔ مشرح فہرست / کا ٹکٹ بھیجنے پر ارسال خدمت ہوگی

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
انوار اللہ اردو	۸/	قاعدہ عربی اردو	۱/	تذکرۃ الشہادتین اردو	۵/	شہادۃ القرآن اردو	۴/
اجرومیہ عربی	۰/	قرآن شریف مترجم مع تفسیر حسینی	عـ۵	〃 فارسی	۳/	صیان القرآن 〃	۳/
الذکر یعنی ترجمہ نزول اسما الہیہ	۲/	مسک العارف اردو	۱۰/	تحفہ قیصریہ اردو	۲/	کشف الغطا 〃	۲/
پارہ الم عربی	۲/	نشان آسمانی 〃	۲/	تحفۃ الندوہ 〃	۰/	لغات القرآن حصہ اول	عـ/
پنج ارکان اسلام۔ اردو	۱/	واقعات صحیحہ 〃	۲/	تقریریں 〃	۲/	〃 حصہ دوم	عـ۸/
تفسیر جلالین عربی	عـ۸/	یسرنا القرآن حصہ اول	۱/	تقریروں کا مجموعہ 〃	۳/	لیکچر سیالکوٹ اردو	۱۰/
تفسیر فوز الکبیر عربی فارسی	۲/	〃 〃 دوم	۱/	سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب 〃	۲/	〃 لاہور مہوتسو 〃	۴/
تقریر جلسہ اہنسا جیبی تقطیع اردو	۲/	〃 〃 سوم	۱/	جنگ مقدس عیسائیوں سے مباحثہ 〃	۶/	مشکوۃ الانوار عربی	۴/
جام شہادت۔ اردو	۰/	ہدیہ ثاقب اردو	۲/	حمامۃ البشریٰ عربی	۸/	مواہب الرحمن 〃	۴/
حمائل مترجم۔ فارسی	عـ/	الہدیٰ عربی	۶/	حجۃ الاسلام اردو	۱/	مبادی الصرف	۱۰/
رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب اردو	۸/	الحق لودیانہ اردو	۶/	خطوط شیعہ کا جواب 〃	۲/	نسیم دعوت۔ اردو	۳/
سلسلہ دینیہ۔ اردو	ـ/	〃 دہلی 〃	۸/	خطبہ الہامیہ عربی ترجمہ فارسی اردو	عـ/	نور الدین حصہ اول 〃	۲/
سلاسل القرأۃ عربی نمبر۱	۴/	اعجاز احمدی۔ عربی	۳/	خلافت راشدہ حصہ اول اردو	۸/	〃 〃 دوم 〃	۴/
〃 〃 نمبر۲	۸/	احسن الکلام اردو	ـ/	〃 〃 دوم 〃	۴/	ہدیہ سعدیہ عربی	۲/
〃 〃 نمبر۳	۱۲/	ابطال الوہیت مسیح 〃	۱/	خزینۃ المعارف حصہ اول دوم	۴/	فصل حق۔ اردو	۱/
〃 〃 نمبر۴	۱۳/	آیات الرحمن 〃	۸/	〃 〃 سوم چہارم	۸/	سیرۃ المسیح۔ 〃	۸/
آریہ دھرم۔ اردو	۴/	دعوت الحق 〃	۵/	اعلام الناس حصہ دوم	۴/	آسمانی فیصلہ 〃	۲/
دینیات کا پہلا رسالہ 〃	۱/	شرح ترمذی۔ نمبر۱ نمبر۲	عـ۸/ عـ۸/	دعوت دہلی اردو	۱۰/	دافع البلاء 〃	۱/
طریق النجات نمبر۱	۸/	احمدی کا من نظم پنجابی	۱/	دعوت الندوہ 〃	۱۰/	غنیۃ الطالب۔ عربی	عـ/
〃 〃 نمبر۲	۷/	براہین احمدیہ حصہ اول	۵/	راز حقیقت 〃	۱/	شفاء السقام 〃	عـ/
〃 〃 نمبر۳	۸/	〃 〃 دوم	۴/	سرمہ چشم آریہ 〃	۱۲/	نوٹ۔ ان قیمتوں میں	
〃 〃 نمبر۴	۱۵/	〃 〃 سوم	۱۰/				
غسل مصفیٰ۔ اردو	عـ۸/	〃 چہارم	عـ/	ست بچن 〃	۱۰/	محصولڈاک شامل نہیں۔	
		مکمل براہین	[illegible]				

نوٹ۔ تمام خط وکتابت ان کتابوں کے متعلق دفتر میگزین قادیان سے ہونی چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حفاظت قرآن کریم

۸- ناسخ و منسوخ کی بحث

متاخرین میں سے کثیر گروہ علماء کا خصوصاً مفسرین قرآن اس بات کے قایل ہوئے ہیں کہ قرآن شریف میں منسوخ آیتیں موجود ہیں اس لیے جہانتک اس بحث کا تعلق قرآن کریم کی حفاظت کے مسئلہ سے ہے مَیں اسپر دو الگ الگ پہلوؤں سے بحث کروں گا یعنی اوّل ان لوگوں کے خیال کے مطابق جنہوں نے قرآن شریف میں ناسخ و منسوخ کو مانا ہے۔ اور دوم ان کے خیال کے مطابق جو اس کتاب پاک میں ناسخ و منسوخ کا انکار کرتے ہیں۔ اس سے میری غرض یہ ہے کہ اگر قرآن شریف میں ناسخ و منسوخ کا ہونا تسلیم بھی کیا جائے تو اس سے حفاظت قرآن کریم پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اسطرح پر ناسخ و منسوخ کی بحث کا تعلق حفاظت قرآن کریم کے مضمون سے کچھ نہیں رہتا۔ مگر چونکہ معترضین اس بحث کو اسی مضمون میں لاتے ہیں اس لیے میں نے بھی مناسب سمجھا ہے کہ اس کا فیصلہ اسی جگہ میں کیا جاوے۔ مگر اس بحث میں داخل ہونیسے پہلے میں اس بات کو پھر لکھ کر بیان کرتا ہوں کہ ناسخ و منسوخ کی بحث بجائے خود ایک مستقل بحث ہے۔ اور یہ خیال کرنا کہ قرآن کریم کے اندر ناسخ و منسوخ کے ہونیسے اس لیے انکار کیا جاتا ہے کہ اس کو ماننے سے حفاظت قرآن کریم پر کوئی زد پڑتی ہے محض حماقت ہے۔ سب سے پہلے مَیں اسی بات کو ثابت کروں گا کہ قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ کے تسلیم کرنیسے حفاظت قرآن کریم پر قطعاً کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

سب سے اوّل یہی امر قابل غور ہے کہ باوجودیکہ اکثر علمائے اسلام نے قرآن کریم کے اندر ناسخ و منسوخ کے ہونیکو تسلیم کیا ہے۔ مگر ان میں سے کبھی کسی نے یہ خیال نہیں کیا کہ اس کے تسلیم کرنے سے حفاظت قرآن کریم پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے وہی مفسرین جو بہت سی آیات قرآنی پر

ناسخ ومنسوخ کی قلم چلاتے ہیں حفاظت قرآن کریم کو پُرزور دلایل کے ساتھ ثابت کرتے ہیں۔ اور جب ہم غور سے دیکھتے ہیں تو ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں پاتے۔ قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ کے قایل یہ کہتے ہیں کہ بعض تغیرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کیے نہ یہ کہ آپ کی وفات کے بعد کوئی تغیر وقوع میں آیا۔ اگر مسئلۂ نسخ کے قایل یہ دعویٰ کرتے کہ صحابہؓ نے اپنی مرضی سے کسی آیت کو ناسخ اور کسی کو منسوخ قرار دیا اور کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا تھا تو پھر وہ حفاظت قرآن کے قایل نہ رہ سکتے تھے مگر ان کا ادعا محض اسقدر ہے کہ جن آیات کو وہ لفظاً یا معناً منسوخ کہتے ہیں انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی منسوخ قرار دیا تھا۔ اور وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں جسکے تسلیم سے کسی عقلمند کو چارہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی قرآن کریم کو ترتیب دیا اور اس کو صحابہؓ کے حافظوں میں جمع کر دیا۔ اور اسی جمع کو پھر تحریر میں خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ لائے۔ اور یہی دعویٰ ہمارا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن صحابہؓ کو سکھایا تھا اور جس سورۃ یا آیت یا لفظ یا حرف کو جزو قرآن کریم قرار دیا تھا وہ اسی طرح ہم تک پہنچا ہے۔ اور اس میں کچھ فرق نہیں آیا۔ مگر بعض وقت معترضین یہ کہتے ہیں کہ جس صورت میں قرآن شریف کی بعض آیات بعض سے منسوخ بھی ہو جایا کرتی تھیں۔ تو ممکن ہے کہ کوئی آیت جو دراصل منسوخ التلاوۃ ہو غلطی سے حضرت زیدؓ نے اسکو صحیفہ کے اندر لکھدیا ہو۔ یا کوئی آیت دراصل منسوخ التلاوۃ نہ ہو مگر حضرت زیدؓ نے اس خیال سے کہ وہ منسوخ ہو چکی ہے اسے چھوڑ دیا ہو۔ نسخ کے قایل اسکا یہ جواب دیں گے کہ دراصل یہ اعتراض ایک غلط خیال پر مبنی ہے۔ کسی آیت کا ناسخ ہونا یا کسی کا منسوخ ہونا ایسے امور نہ تھے کہ جس صحابی نے جس آیت کو چاہا ناسخ کہدیا اور جس کو چاہا منسوخ کہدیا بلکہ جیساکہ کوئی آیت وحی الٰہی یعنی قرآن کریم کا جزو بغیر اس کے نہ سمجھی جا سکتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارک سے فرمائیں ایسا ہی یہ ممکن نہ تھا کہ صحابہؓ بغیر اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمائیں کسی آیت کو ناسخ اور کسی کو منسوخ مان لیں۔ علاوہ ازیں جمع قرآن تنہا حضرت زید رضی اللہ عنہ کا کام نہ تھا کہ کسی آیت کو غلطی سے منسوخ التلاوۃ سمجھکر انہوں نے چھوڑ دیا ہو اور کسی فرضی منسوخ التلاوۃ آیت کو غلطی سے قرآن شریف میں داخل کر دیا ہو بلکہ جمع قرآن میں سارے صحابہؓ انکے ساتھ شامل تھے۔ اسلیے ایسی خیالی غلطی کا امکان بھی نہ تھا۔ یہ اعتراض درحقیقت صرف ایک وہم پر مبنی ہے کہ شاید ایسا ہوا ہو یا ایسا ہوا ہو۔ ایسے وہم کا جواب صرف اسیقدر کافی ہے کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ معترض کو تو یہ دکھانا چاہیئے کہ درحقیقت فلاں فلاں حدیث سے یہ معلوم

ہوتا ہے کہ فلاں منسوخ آیت قرآن کریم میں داخل ہوگئی اور فلاں آیت غلطی سے منسوخ سمجھی جاکر داخل ہونے سے رہ گئی۔ علاوہ ازیں ہم قطعی اور کھلا کھلا ثبوت اس امر کا پیش کر چکے ہیں کہ بین الدفتین بغیر تغیر تبدل یا کمی بیشی ایک حرف کے وہی قرآن کریم موجود ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو سکھایا اور لکھایا تھا۔ ایسے قطعی ثبوت کے سامنے ایسے توہمات پیش کرنا سراسر حماقت ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوگا کہ قرآن شریف میں ناسخ و منسوخ کو تسلیم کرکے بھی قرآن شریف کی حفاظت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد اب ہم ناسخ اور منسوخ کی اصل بحث کی طرف آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آیا درحقیقت ہمارے سامنے کوئی ایسی یقینی شہادت موجود ہے جس کی بنا پر ہم وحی الٰہی کے کسی حصہ یا کسی آیت کو منسوخ اور کسی دوسرے کو ناسخ کہہ سکیں۔ اس بحث کا فیصلہ ہم صرف ان دلایل پر کریں گے جو قائلین نسخ کے دعویٰ کی تائید یا تردید میں حدیث یا قرآن کریم سے ہمیں مل سکتے ہیں۔ منسوخ کی تین قسمیں مانی جاتی ہیں۔ اوّل وہ آیات جن کا حکم منسوخ ہوچکا ہے مگر تلاوت منسوخ نہیں ہوئی اور وہ قرآن شریف میں موجود ہیں۔ دوم وہ آیات جن کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ بیان کیے جاتے ہیں۔ سوم وہ آیات جن کا حکم منسوخ نہیں ہوا مگر تلاوت منسوخ ہوچکی ہے۔ ان میں سے قسم ثانی کی آیات یعنی وہ جنکو منسوخ التلاوۃ اور منسوخ الحکم کہا جاتا ہے چنداں ہماری راہ میں نہیں۔ اگر کوئی اس قسم کی آیات تھیں تو یہ امر مسلم ہے کہ وہ قرآن شریف میں نہیں پائی جاتیں اور نہ ہی ان کے احکام قابل تعمیل ہیں۔ بجز ایک استثنا کے کسی حدیث سے ایسی کسی آیت کا پتہ نہیں ملتا۔ اور اس حدیث کے معنوں میں بھی غلط فہمی ہوئی ہے جس کا ذکر میں آگے چلکر کرونگا۔ تیسری قسم کی آیات جن کا حکم باقی اور جن کی تلاوت منسوخ مانی جاتی ہے۔ ان کے متعلق میں کسی دوسری جگہ یہ ثابت کرونگا کہ ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ یہاں صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اگر کوئی اس قسم کی آیتیں فی الواقع ہوتیں تو صحابہؓ انکی حفاظت اسی طرح کرتے جس طرح وہ قرآن کریم کی آیتوں کی کرتے تھے کیونکہ ان کے احکام کی پیروی ایسی ہی ضروری تھی جیسے قرآن شریف کی۔ پس کوئی وجہ نہ تھی کہ انکی حفاظت نہ کی جاتی یا کوئی ان میں سے ضایع ہوجاتی مگر جب حدیث کو دیکھا جاتا ہے تو ایسے کسی فقرہ کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔ اسطرح سے زیادہ قابل غور اور قابل بحث صرف وہ فقرات یا آیتیں رہ جاتی ہیں جن کو منسوخ الحکم اور ثابت التلاوۃ مانا جاتا ہے جس سے مراد قرآن کریم کی بعض آیات ہیں جن کے احکام کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اب قابل تعمیل نہیں ہے۔ زیادہ ضروری حصہ ہماری بحث کا انہی آیات کے متعلق ہوگا۔ مندرجہ ذیل وجوہات سے

ہر قسم کے ناسخ و منسوخ اور خصوصاً اس آخری قسم کی ناسخ و منسوخ آیات کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔

اس بحث میں سب سے پہلے جو سوال ہمارے سامنے پیش ہوتا ہے اور جس کا جواب ایک محقق طبیعت کے لیے ان تمام مشکلات کو حل کر دینے والا ہے جو اس مسئلہ کی بحث میں پیش آتی ہیں وہ یہ ہے کہ آیا جب بعض آیات یا فقروں کو منسوخ کہا جاتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سند پر ایسا کہا جاتا ہے یا کسی اور شخص کے خیال کے تتبع میں؟ قرآن کریم کا ہر ایک لفظ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ سے سنکر اسے محفوظ کیا اور آپ کے ارشاد کے مطابق ایک ایک لفظ ضبط تحریر میں لایا گیا ایک لفظ یا ایک حرف بھی قرآن کریم کا جزو نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لفظ یا وہ حرف اسی طرح صحابہؓ کو سکھایا اور اسی طرح ان کو لکھوایا۔ پس جب کسی آیت یا حکم کو قرآن کریم میں داخل نہیں سمجھا جا سکتا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا قرآن کریم میں داخل ہونا بیان نہ فرمایا ہو۔ تو کسی آیت یا حکم کو جو پہلے قرآن کریم میں بنایا گیا تھا اس کتاب پاک سے باہر یا منسوخ نہیں سمجھا جا سکتا جبتک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسے خارج یا منسوخ کیا۔ اور اگر ایسا ثبوت موجود نہ ہو تو یہ نتیجہ قطعی ہوگا کہ کسی آیت یا حکم کو منسوخ نہیں کہا جا سکتا۔ جیسا کہ کسی لفظ کو ہم قرآن کریم کا جزو نہیں کہہ سکتے جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہو اسی طرح کسی لفظ کو منسوخ بھی نہیں کہا جا سکتا جبتک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منسوخ قرار دیا تھا۔ جسطرح کوئی انسان خواہ وہ کوئی صحابی ہو یا کوئی اور ایک لفظ کو بھی قرآن کریم کے اندر داخل نہ کر سکتا تھا۔ اسی طرح کسی کو یہ حق بھی نہ پہنچتا تھا کہ بغیر اس کے کہ وحی الٰہی نے بتایا ہو کسی لفظ یا آیت یا حکم کو منسوخ کہہ سکے۔

دوسرا سوال جس سے ناسخ و منسوخ کی بحث پر روشنی پڑتی ہے یہ ہے کہ جن آیات قرآنی کو منسوخ کہا جاتا ہے آیا ان کی تعیین ہم اسی طرح یقین واثق کے ساتھ کر سکتے ہیں جسطرح یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ یہ سورتیں یا آیات قرآن کریم کا حصہ ہیں یا منسوخ نہیں۔ بلا تحقیق کسی بات کو ایک دوسری کی پیروی میں مانتے چلے آنا تو دوسری بات ہے مگر ایک محقق اس امر پر غور کرنے سے ایک کھلے کھلے نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جب ساری اسلامی دنیا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فلاں فلاں آیات یا احکام قرآن کریم میں داخل ہیں اور قابل عمل ہیں تو اگر فی الواقع کوئی آیت یا حکم منسوخ ہو جاتا تو اس کے متعلق بھی ویسا ہی اتفاق ہونا چاہیئے تھا۔ اگر تمام صحابہؓ نے بالاتفاق یہ شہادت دی ہو کہ ایک آیت قرآن کریم میں داخل ہے اور

اسی اتفاق کے ساتھ یہ بیان نہ کیا ہو کہ اس کا حکم منسوخ ہے تو محض ایک یا دو صحابیوں کے کہنے پر ہم اسے منسوخ نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ جس طرح تمام صحابہؓ کے اتفاق سے قرآن کریم کا مجموعہ تیار ہوا اسی طرح کے اتفاق سے منسوخ التلاوۃ یا منسوخ الحکم آیات کا مجموعہ بھی تیار ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جس طرح کی شہادت سے ہم کسی آیت کو قرآن کریم میں داخل سمجھ سکتے ہیں اسی قسم کی شہادت اس کی تلاوت یا حکم کے منسوخ کرنیکے لیئے بھی بکار ہے۔ پس دوسرا امر جس سے منسوخ آیات کا وجود یا عدم ثابت ہو سکتا ہے یہ ہے کہ کیا نسخ کی شہادت صحابہؓ کے اتفاق سے ملتی ہے یا نہیں۔ اگر کسی آیت کے نسخ پر صحابہؓ کا اتفاق ہو گیا ہے تو ہمیں ماننا پڑیگا کہ وہ آیت واقعی منسوخ تھی اور اگر ایسا اتفاق نہیں پایا جاتا تو ہم اسے منسوخ نہیں مان سکتے۔ اسجگہ ایک شبہ کا دُور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہا جائیگا کہ ایک ایک آیت قرآن کریم کی الگ الگ کر کے کہاں سب صحابہؓ نے اس کی روایت کی ہے کہ ہم نسخ کے لیے ایسی روایتوں کو ضروری سمجھیں بلکہ جس طرح مثلاً زید نے ایک قرآن شریف اکٹھا کیا اور اسی کو سب نے قبول کر لیا اسی طرح اگر کسی صحابی نے کسی آیت کا منسوخ ہونا بیان کیا ہے تو یہی سمجھ لیا جائیگا کہ سب صحابہ اسے منسوخ ہی کہتے تھے پس اس سے بڑھکر اور کسی شہادت کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یہ ایک دھوکہ ہے۔ قرآن شریف کے متعلق تو یہ قطعی اور یقینی ثبوت متواتر احادیث سے ہمیں ملتا ہے کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے یاد بھی کرا دیتے اور لکھوا بھی دیتے تھے۔ اسطرح پر بہت سے صحابہؓ نے اکثر حصہ قرآن شریف کا اور بعض نے کُل قرآن شریف کو حفظ کر لیا۔ پھر جب حضرت زید نے سارے صحابہؓ کے مشورہ سے تحریر میں قرآن شریف کو جمع کیا تو اس قرآن شریف کو سب نے قبول کیا۔ پس انہوں نے نہ صرف اس کے جمع کرنے میں مدد دی بلکہ پھر اسی مجموعہ کو انہوں نے صحیح مجموعہ تسلیم کر کے یہ شہادت دیدی کہ یہی قرآن شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو سکھایا تھا اور اسطرح سے انکا اجماع اسی قرآن پر ہو گیا اور تمام صحابہؓ کی متفقہ شہادت سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس قرآن شریف کا ایک ایک لفظ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سکھایا تھا کہ یہ وحی الٰہی ہے۔ پس جب ہم نسخ کے متعلق متفقہ شہادت صحابہ رضی اللہ عنہم کی مانگتے ہیں تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک صحابی نے الگ الگ روایت کی ہو کہ فلاں آیت منسوخ ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اسی قسم کی شہادت اور اجماع صحابہؓ کا منسوخ آیتوں کے متعلق ہونا چاہیئے جس طرح قرآن کریم کے متعلق ہے پس اگر خالی اسیقدر روایت ہو کہ فلاں صحابی نے ایک آیت کو منسوخ سمجھا تو یہ شہادت قبول نہیں کی جا سکتی جبتک کہ کسی نہ کسی طرح سے یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ تمام صحابہؓ اسکو فی الواقع منسوخ ہی سمجھتے تھے۔

تیسرا معیار نسخ کا یہ ہے کہ آیا کسی آیت کے منسوخ ہونیکی شہرت ایسی ہی عام ہے جیسے کہ ایک آیت

قرآنی کے نازل ہونیکی۔ قرآن کریم میں نسخ کے قائل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صرف وہی آیات
منسوخ ہوسکتی تھیں جن میں کوئی امر یا نہی ہو۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ جب کوئی آیت جس میں کوئی امر یا نہی
ہو نازل ہوتی تھی تو اسی وقت اس کی اشاعت ہوجاتی تھی کیونکہ تمام مسلمانوں کو اس امر یا نہی سے آگاہ کرنا
ضروری تھا کہ تا وہ اس امر پر عمل کریں یا منہیات سے بچیں۔ پس اگر ایسی آیت بعد میں کبھی منسوخ ہوجائے
اور اسطرح پر اس امر یا نہی کا عمل بھی باطل ہوجائے تو اس نسخ کی شہرت ویسی ہی ضروری تھی جسطرح پہلے اسکے
نازل ہونیکی تاکہ اب لوگ اس امر کو چھوڑ دیں یا پہلے منہیات کو منہیات نہ سمجھیں۔ یہ امر ظاہر ہے کہ جسقدر
اوامر یا نہی قرآن شریف میں پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب قابل عمل ہیں جب تک کہ قطعی طور پر ثابت
نہ ہو کہ کسی خاص امر یا نہی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ ارشاد فرمادیا تھا کہ یہ قابل عمل
نہیں اور جب تک کہ ایسا اعلان عام نہ کیا جاوے کہ فلاں امر یا نہی اب قابل عمل نہیں۔ کیونکہ جبتک
عام مسلمانوں تک اسکا علم نہ پہنچایا جاتا اس کا کوئی فایدہ نہ تھا۔ اس معیار نسخ کے خلاف شاید کوئی دلیل
دیجاوے گی کہ عام اعلان کسی آیت یا کسی امر یا نہی کے منسوخ ہونیکا اس لیے ضروری نہ تھا کہ پہلے جب
ایک حکم دیاگیا تو اس کے خلاف کوئی دوسرا حکم دینے سے خود پہلا حکم منسوخ ہوگیا اور یہ کہنے کی ضرورت
باقی نہ رہی اور نہ ہی کسی کو اطلاع دینے کی ضرورت باقی رہی کہ فلاں حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ یہ محض ایک
دل خوش کن خیال ہے ورنہ عملی رنگ میں کبھی ایسا نہ ہوسکتا تھا۔ کیونکہ اول تو قرآن شریف کی آیات
کی ترتیب نزولی کبھی محفوظ نہیں رکھی گئی اور تمام آیات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ایک الگ ترتیب
دیتے ہے۔ پس یہ کون کہ سکتا تھا کہ فلاں آیت پہلے نازل ہوئی ہے اور فلاں پیچھے۔ اسطرح پر اگر ہم بفرض محال
اس بات کو تسلیم بھی کرلیں کہ دو متضاد احکام کے دینے سے (جو لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا کا مصداق
تھا) یہ ظاہر ہوجاتا تھا کہ ایک ان میں سے منسوخ ہوگیا ہے مگر یہ کسی طرح معلوم نہ ہوسکتا تھا کہ کونسا حکم یا
کونسی آیت ناسخ ہے اور کونسا حکم یا کونسی آیت منسوخ۔ اسطرح پر گڑبڑ پڑکر ناسخ منسوخ بن جاتیں اور
منسوخ ناسخ بن جاتیں۔ پس اگر کبھی وحی الٰہی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشا رتھا کہ معنوں کو دیکھکر
کسی آیت کو ناسخ اور کسی کو منسوخ سمجھ لیا جاوے تو یہ ضروری تھا کہ وہ تمام واقعات محفوظ رکھے جاتے
اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی انکی حفاظت کا اہتمام کرتے جن سے یہ معلوم ہوجاتا کہ فلاں آیت
ناسخ ہے اور فلاں منسوخ ہے۔ مگر چونکہ ایسے واقعات کو جن میں سب سے زیادہ ضروری ترتیب نزولی کا
محفوظ رکھنا تھا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محفوظ رکھنے کی کوئی ہدایت فرمائی اور نہ ہی صحابہؓ کو
بھی اس طرف توجہ ہوئی اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وجہ آیتوں کو منسوخ قرار دینے کی ایک خیالی وجہ ہے

اور واقعات اسکی تردید کرتے ہیں۔ دوسری بات جس سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ جب ایک آیت کے مفہوم کے مخالف دوسری آیت نازل ہو تو پہلی کو منسوخ سمجھ لینا چاہیئے۔ یہ ہے کہ جو احکام منسوخ ہو چکے تھے انکی اطلاع تو سب مسلمانوں کو کرنی ضروری تھی مگر چونکہ ہر ایک مسلمان سارے قرآن کو یاد نہ رکھ سکتا تھا اس لیے یہ خیال غلط ہے کہ ہر ایک مسلمان خود بعض آیات کا دوسری آیات کے ساتھ مقابلہ کرنیسے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا تھا کہ فلاں آیت منسوخ ہے۔ سوم اگر یہ بھی فرض کر لیا جاوے کہ ہر مسلمان کو ایسا علم ہو سکتا تھا یا ہونا چاہیئے تھا یا کم از کم یہ کہ جن لوگوں کو ایسی ضرورت واقع ہو سکتی تھی انکو یہ علم بھی حاصل ہو سکتا تھا۔ تو پھر یہ مشکل پیش آتی ہے کہ ہر ایک شخص یہ فیصلہ کیونکر کر سکتا تھا کہ کونسی آیت کس کو منسوخ کرتی ہے۔ ایسے فیصلہ کے لیے اعلیٰ درجہ کا علم قرآن اور علم زبان درکار تھا جو ہر ایک شخص کو میسر نہ آسکتا تھا۔ چہارم سب آدمی کبھی اس بات پر متفق نہ ہو سکتے تھے کہ فلاں آیت کے معنے بھی ہیں نہ کچھ اور۔ یہ ایک امر واقع ہے کہ جن آیات کو بعض لوگوں نے دوسری آیات کے معنے کے مخالف سمجھکر منسوخ قرار دیا ہے انہی کے معنوں کی تطبیق ان دوسری آیات کے ساتھ دوسرے لوگوں نے کر دکھائی ہے۔ صحابہؓ میں بھی اور بعد کے علمائے اسلام میں بھی۔ اصل بات یہ ہے کہ نسخ کی شہادت کی بنا دو آیتوں کے معنوں میں کسی اختلاف پر رکھنا خود اسکو بے بنیاد قرار دینا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں گویا یہ صاف تسلیم کیا جاتا ہے کہ کسی آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ نہیں قرار دیا بلکہ کسی شخص نے سمجھنے کرتے وقت جب اپنے آپ کو دو آیات میں تطبیق کے ناقابل پایا تو ایک کو منسوخ کہدیا پس نسخ کی بنا نہ وحی الٰہی پر اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ پر ہوئی بلکہ محض شخصی رائے پر اسکی بنیاد رکھنی پڑی اور میں آگے چل کر دکھاؤنگا کہ امر واقع بھی ہے کہ نسخ کی بنا صرف اسیقدر ہے۔ اور یہ ایک ایسی کمزور بنیاد ہے کہ ایک عقلمند انسان ایک لمحہ کے لیے بھی اگر اس پر غور کرے تو اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

اب ذیل میں میں وہ احادیث نقل کرتا ہوں جن میں نسخ کا ذکر پایا جاتا ہے اور پھر انہی مذکورہ بالا معیاروں سے انکو پرکھ کر دکھایا جاوے گا کہ قرآن شریف میں نسخ ایسی کمزور شہادت پر ہرگز قابل تسلیم نہیں ہے۔ مینے صرف بخاری کی احادیث لی ہیں کیونکہ احادیث کا یہی ایک مجموعہ ہے جس پر پورا اعتبار کیا جاسکتا ہے (۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہٗ قرأ فدیۃ طعام مسکین قال ھی منسوخۃ (بخاری کتاب التفسیر) یعنی حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے وہ آیت پڑھی جس میں فدیۃ طعام مسکین وارد ہوتا ہے (اس سے مراد ہے وعلی الذین یطیقونہٗ

فدیة طعام مسکین) تو آپ نے فرمایا کہ یہ منسوخ ہے (۲) عن رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال احسبہ ابن عمر وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ قال نسختھا الایۃ التی بعدھا (بخاری کتاب التفسیر) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے ایک سے روایت ہے راوی کہتا ہے میں گمان کرتا ہوں کہ وہ ابن عمر ہی تھا کہ یہ آیت وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ جو سورۃ بقرہ کے آخری رکوع میں ہے اس کے بعد کی آیت سے (جس سے مراد آیت لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت ہے) منسوخ ہو گئی ہے۔ (۳) عن ابن عباس قال کان المال للولد وکانت الوصیۃ للوالدین فنسخ اللہ من ذلک ما احب فجعل للذکر مثل حظ الانثیین وجعل للابوین لکل واحد منھما السدس والثلث وجعل للمرأۃ الثمن والربع وللزوج الشطر والربع (بخاری کتاب التفسیر) یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ دستور یہ تھا کہ متوفی کے مال کا وارث بیٹا ہو اور ماں باپ کے لیے وصیت ہوا کرتی تھی۔ پھر خدا نے اس میں سے جس قدر چاہا منسوخ کر دیا اور مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر رکھا اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا اور تیسرا حصہ دیا اور عورت کے لیے آٹھواں اور چوتھا حصہ مقرر کیا اور خاوند کے لیے نصف اور چوتھائی۔ (۴) بخاری کتاب التفسیر میں عطار کا قول ہے کہ قال ابن عباس نسخت ھذہ الایۃ عدتھا عند اھلھا فتعتد حیث شاءت وھو قول اللہ تعالیٰ غیر اخراج قال عطاء ان شاءت اعتدت عند اھلہ وسکنت فی وصیتھا وان شاءت خرجت لقول اللہ تعالیٰ فلا جناح علیکم فیما فعلن قال عطاء ثم جاء المیراث فنسخ السکنی فتعتد حیث شاءت ولا سکنی لھا۔ اس میں تین آیتوں کا ذکر ہے۔ یعنی اول والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر۔ اور دوسری یہ آیت والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج۔ فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف۔ اور تیسری آیت یوصیکم اللہ والی جس میں عورت کے لیے چوتھا یا آٹھواں حصہ دیا گیا ہے۔ عطار کا قول ہے کہ ان میں سے تیسری نے دوسری کے ایک حصہ کو اور دوسری نے پہلی کو منسوخ کیا۔ (۵) عن ابن عباس ولکل جعلنا موالی قال ورثۃ والذین عاقدت ایمانکم کان المھاجرون لما

قدموا المدینة یرث المہاجری الانصاری دون ذوی رحمہ للاخوة التی اخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بینہم فلما نزل لکل جعلنا موالی نسخت (بخاری کتاب التفسیر) یعنی ابن عباس کہتے ہیں کہ ولکل جعلنا موالی میں موالی سے مراد ورثا ہیں اور اس آیت کی تفسیر میں کہ والذین عقدت ایمانکم یہ کہا کہ جب مہاجر مدینہ میں آئے تو مہاجر انصاری کا وارث ہوتا تھا بسبب اس اخوت کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان قایم کی تھی۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی ولکل جعلنا موالی تو یہ دستور منسوخ ہو گیا۔ (۶) بخاری باب غزوة الرجیع میں ستر قرار کے شہید ہونیکے واقعہ میں لکھا ہے۔ قال انس فقرأنا فیہم قرانا ثم ان ذلک رفع بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا۔ یعنی انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے ان کے بارہ میں ایک قرأت پڑھی پھر وہ اُٹھالی گئی اور وہ یہ تھی کہ ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ خبر پہنچادو کہ ہم اپنے رب کو ملے ہیں وہ ہم سے راضی ہوا اور اس نے ہم کو راضی کیا۔

یہ چند روایات بخاری کی ہیں جن میں خاص آیات کے نسخ کا ذکر آیا ہے انکے علاوہ حضرت عمرؓ کا ایک قول بھی ہے عن ابن عباس قال عمر رضی اللہ عنہ اقرؤنا أبی واقضانا علی وانا لندع من قول ابیّ وذالک ان ابیا یقول لاادع شیئا سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد قال اللہ تعالیٰ ما ننسخ من ایة او ننسہا۔ یعنی ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ابی ہم سب میں اچھے قاری ہیں اور علیؓ سب سے اچھے قاضی یعنی فیصلہ کرنیوالے ہیں اور ہم ابیؓ کے قول میں سے کچھ چھوڑتے ہیں اور یہ اس لیے کہ ابی کہتے ہیں کہ میں کسی چیز کو نہیں چھوڑونگا جسکو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما ننسخ من ایة او ننسہا۔

اب جو معیار صحت نسخ کے ہم اوپر قایم کر چکے ہیں انکے رو سے ان احادیث کو پرکھتے ہیں سب سے پہلا معیار یہ تھا کہ نسخ کی سند خود مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہیئے۔ مگر ان احادیث میں سے ایک بھی ایسی نہیں جس میں سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو۔ اکثر احادیث ان میں ایسی ہی ہیں جن میں ابن عمر یا ابن عباس کا قول ہے اور سب میں انہی دو صحابہؓ تک روایت پہنچتی ہے۔ سوائے چھٹی حدیث کے جس کی صورت بالکل الگ ہے اور جس پر آگے چلکر مفصل بحث کیجاویگی۔ مگر ایک بھی حدیث ایسی نہیں ہے جس میں کسی صحابی نے یہ کہا ہو کہ فلاں آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرمایا تھا۔ اور یہ بات صرف بخاری کی روایات نسخ پر ہی صادق نہیں آتی بلکہ جتنی احادیث قرآن کریم میں نسخ کے متعلق آئی ہیں ان سب کا یہی حال ہے یعنی روایات سے صرف اسیقدر پتہ لگتا ہے کہ فلاں صحابی کی یہ رائے تھی کہ فلاں آیت منسوخ ہے اور یہ ذکر کسی میں نہیں

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی آیت کو منسوخ قرار دیا یا کسی صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ فلاں آیت منسوخ ہے۔ یہ امر یقینی ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی آیت کو منسوخ فرماتے تو وہ روایت بھی اسی طرح ہمکو پہنچتی کہ آنحضرتؐ نے ایسا فرمایا تھا۔ ان احادیث سے اگر کچھ معلوم ہوتا ہے تو صرف یہ کہ ابن عباس اور ابن عمر نے بعض آیتوں کو منسوخ سمجھا یا خیال کیا۔ مگر صرف ابن عباس یا ابن عمر کے کہنے پر ہم کسی آیت قرآنی کو منسوخ نہیں کہہ سکتے۔ جسطرح ہم کسی عبارت کو قرآنی عبارت تسلیم نہیں کرسکتے جبتک کہ ہمکو یہ ثبوت نہ پہنچے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ یہ قرآن کریم میں داخل ہے اسی طرح کسی آیت قرآنی کو ہم منسوخ نہیں مان سکتے جبتک کہ یہ ثبوت نہ ملے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ یہ منسوخ ہے۔ مگر چونکہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا حالانکہ بہت سی روایات نسخ کی موجود ہیں کہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی آیت کو منسوخ فرمایا اس لیے قرآن شریف میں نسخ کا ابطال ہمارے تجویز کردہ معیاروں میں سے پہلے معیار کے رو سے ہی ہو جاتا ہے۔

اب دوسرے معیار کے رو سے ان احادیث کو پرکھ کر دیکھتے ہیں تو یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ کیا کسی آیت کا منسوخ ہونا صحابہؓ کی متفقہ شہادت سے بھی ثابت ہوتا ہے؟ اس کا جواب بھی نفی میں ہے کیونکہ ہر ایک حدیث میں جو نسخ کے متعلق آئی ہے صرف ایک صحابی کی رائے یا خیال بیان کیا گیا ہے کہ فلاں آیت منسوخ ہے۔ بلکہ کوئی صحابی یہ بھی نہیں کہتا کہ فلاں آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہؓ منسوخ سمجھتے تھے۔ اور نہ ایک آدمی کے دعوے کی کوئی دوسرا صحابی تائید کرتا ہے۔ اگر دو آیتوں کو ابن عمر منسوخ کہتے ہیں تو ابن عباس کوئی اور ہی دو پیش کرتے ہیں بلکہ جیسا کہ میں آگے چلکر دکھاؤنگا ایک آیت کو ابن عمر منسوخ سمجھتے ہیں تو ابن عباس اسکی تردید کرتے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ صحابہؓ فلاں آیت کو منسوخ سمجھتے یا کہتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ پھر ایسی کمزور شہادت پر اتنی بڑی بات کیونکر تسلیم کیجا سکتی ہے۔ اسپر تو تمام صحابہؓ کا اتفاق ہو کہ فلاں آیت قرآنی ہے اور نسخ کے لیے یہ کہا جائے کہ ایک ہی صحابی کی رائے کو مان لو۔ کوئی سمجھدار آدمی اس سے اتفاق نہیں کرسکتا۔ اور یہ مسئلہ دوسرے معیار کے رو سے بھی باطل ثابت ہوتا ہے۔

تیسرا معیار یہ تھا کہ آیا کسی آیت کے منسوخ ہونیکا علم صحابہؓ کو عام طور پر ایسا ہی تھا جیسا کہ اس کے نزول کا؟ اسکا جواب بھی اگر روایات نسخ کو دیکھا جاوے تو نفی میں ہی ملتا ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جب اسبات کی شہادت ہی نہیں ملتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی آیت کو منسوخ فرمایا تھا تو یہ امر خود ہی واضح ہو جاتا ہے کہ نہ صحابہؓ کا اسپر اتفاق ہوسکتا تھا نہ ہی اسکا علم صحابہؓ میں عام ہوسکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ابن عمر یا ابن عباس یا شاید ایک آدھ اور صحابی نے اپنے کسی شاگرد کے سامنے

اس خیال کا اظہار کیا کہ اسکی رائے میں فلاں آیت منسوخ ہے۔ اگر وحی الٰہی پر نسخ کی بنا ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض تھا کہ جسطرح نزول وحی کے وقت آیات کی اشاعت اور تشہیر کرتے تھے اسی طرح جب آپکو وحی الٰہی سے کسی آیت کا منسوخ ہونا معلوم ہوتا تو اس کی بھی عام اشاعت اور تشہیر کرتے۔ ورنہ جو کچھ قرآن شریف میں ہے وہ سب قابل عمل ہی سمجھا جانا ضروری ہے۔ ایک طرف تو ایک حکم کو عام طور پر شایع کیا جاوے کہ ہر ایک مسلمان پر ایسا کرنا یا ایسے کام سے بچنا فرض ہے اور اگر وہ اس کی تعمیل نہ کریگا تو سخت سزا کا مستوجب ہوگا اور دوسری طرف چپکے سے اس حکم کو منسوخ بھی کر دیا جاوے اور سوائے ایک دو صحابیوں کے کسی کو خبر تک نہ ہو کہ فلاں آیت منسوخ ہوگئی ہے۔ کوئی دانشمند انسان اسکو قرین قیاس نہیں سمجھ سکتا۔ مگر چونکہ تمام روایات جو نسخ کے متعلق ہیں ان سے اس بات کی شہادت کوئی نہیں ملتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی آیت کو منسوخ فرمایا تھا اس لیے محض کسی صحابی کے قول کی وجہ سے ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتے کیونکہ قرآن شریف تو کہتا ہے کہ میرا ہر ایک حکم قابل عمل ہے اور اسپر عمل کرنا مسلمانوں کے لیے واجب ہے اور ایک صحابی اسے منسوخ کہتا ہے۔ اگلے حصہ مضمون میں مَیں ان روایات پر ایک ایک کرکے بحث کروں گا اور یہ دکھاؤں گا کہ یہ محض کسی صحابی کا خیال تھا اور اس میں بھی لفظ نسخ خاص معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

طاعون اور پیشگوئی

ہندوستان میں اور خصوصاً پنجاب میں طاعون کی وجہ سے ایک خوفناک بربادی واقع ہو رہی ہے۔ اس وبا کے روکنے کے لیے کئی کوششیں کی گئیں مگر کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ اور نہ آیندہ کسی کامیابی کی امید ہوسکتی ہے لیکن اس بات کو دیکھکر سخت حیرت ہوتی ہے کہ اگرچہ لوگ ایسی سخت وبا میں مبتلا ہیں۔ مگر کوئی شخص اس آفت کے حقیقی باعث کیطرف توجہ نہیں کرتا۔ یہ بے توجہی اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس بیماری کا حقیقی باعث معلوم کرنیکے لیے کوئی ذریعہ نہیں اس بلائے آسمانی کے نزول کا باعث معلوم کرنیکے لیے کافی ذرایع موجود ہیں۔ مگر دنیا ایسی غافل ہے کہ وہ اس طرف توجہ ہی نہیں کرتی کہ یہ بلا کیوں نازل ہوئی اور اس کا کیا علاج ہے۔

اس مضمون کے لکھنے سے میری یہ غرض نہیں کہ مَیں اس بیماری کے جسمانی اور ظاہری اسباب پر بحث کروں۔ یہ ڈاکٹروں اور حکیموں کا کام ہے۔ میری غرض اس امر کی طرف توجہ دلانا ہے جو ان ظاہری اسباب کے پیدا ہونیکا باعث ہوا۔ اور یہ دکھانا ہے کہ خدا تعالیٰ نے کیوں ایسے اسباب پیدا کیے جن سے اس بیماری کا ظہور ہوا۔

طاعون کی پیشگوئی قرآن مجید میں - بغیر کسی لمبی تمہید کے میں ناظرین کے آگے قرآن مجید پیش کر کے دکھاتا ہوں کہ اس پاک کتاب میں کھلے الفاظ میں طاعون کے ظہور کی اصل وجہ بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ سورہ نمل میں آیت ہے۔ اذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایٰتنا لا یوقنون۔ یعنی جب لوگوں پر حجت پوری ہو جائیگی تو ہم زمین سے ان کے لیے ایک کیڑا پیدا کریں گے جو انکو زخمی کریگا۔ یہ اس لیے ہوگا کہ لوگ ہمارے نشانوں پر یقین نہیں کرینگے۔ اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اوّل یہ کہ لوگوں پر ایک بلا بطور سزا نازل ہونیوالی ہے۔ دوم یہ کہ یہ سزا ایک ایسے کیڑے کے ذریعہ دیجائیگی جو زمین میں سے نکلے گا۔ سوم یہ کہ یہ سزا لوگوں پر اس امر کی وجہ سے واقع ہوگی کہ لوگ خدا کے نشانوں کو جھٹلائینگے۔ یہی پیشگوئی قرآن شریف کی ایک اور آیت میں بھی درج ہے جو حسب ذیل ہے۔ وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا۔ کان ذٰلک فی الکتٰب مسطورا۔ (سوۃ بنی اسرائیل) یعنی کوئی ایسی بستی نہیں مگر ہم انکو قیامت کے دن سے پہلے یا تو بالکل ہلاک ہی کر دیں گے یا سخت عذاب سے دو چار کریں گے۔ یہ بات کتاب میں لکھی جا چکی ہے اور اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس آیت سے پایا جاتا ہے کہ قیامت سے پہلے دنیا پر ایک سخت عذاب نازل ہونیوالا ہے جس سے کئی بستیاں تو بالکل نابود کیجائینگی اور کئی بالکل نابود تو نہیں ہونگی مگر وہ بھی عذاب الٰہی کا مزہ خوب چکھیں گی۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ پیشگوئی کُل روئے زمین کے متعلق ہو کیونکہ قرآنی محاورہ کے رو سے یہ پیشگوئی دنیا کے ایک خاص حصّہ کی بستیوں کے متعلق ہو سکتی ہے۔ مگر اگر یہ کُل دنیا کے متعلق بھی ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں بہر حال یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جو اس آخری زمانہ میں طاعون کے کیڑوں کے ذریعہ پوری ہو رہی ہے جو زمین سے نکلتے ہیں اور انسانوں کو زخمی کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ کیڑا لوگوں کو اس لیے کاٹے گا کہ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں کا انکار کریں گے اسکا مطلب دوسری قرآنی آیات سے واضح ہو جاتا ہے۔ سورۃ القصص میں ہے۔ ماکان ربک مھلک القریٰ حتّٰی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم ایٰتنا وماکنا مھلکی القریٰ الا واھلھا ظٰلمون۔ یعنی ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے جب تک کہ ہم اُن میں سے ایک بستی میں جس کو دوسری بستیوں کی ماں کہا جا سکتا ہے ایک رسول مبعوث نہ کریں اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے مگر اُس صورت میں کہ اُن بستیوں کے رہنے والے ظالم ہوں۔ اس آیت میں ہمیں بتلایا گیا ہے کہ کوئی عام عذاب الٰہی نازل نہیں ہوتا جب تک کہ پہلے ایک رسول مبعوث نہ ہو جو لوگوں کو ڈرائے اور آسمانی نشان دکھائے۔ اور جب دنیا اُن آسمانی نشانوں کا انکار کرتی ہے اور اپنی برے اعمال سے باز نہیں آتی تب خدا تعالیٰ کا غضب اُترتا ہے اور ظالموں کو ہلاک کرتا ہے۔ پس صاف ثابت ہوا کہ وہ عذاب جو آخری دنوں میں دابۃ الارض کے

ذریعہ ظاہر ہوگا اور جس سے ایک دنیا ہلاک ہوگی وہ عذاب نہیں آئیگا جب تک کہ عذاب کے ظہور سے پہلے ایک خدا کا رسول پیدا نہ ہو جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور آسمانی نشان دکھا دے۔ قرآن کریم کی اور آیات بھی ہیں جو اسی نتیجہ کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً سورہ بنی اسرائیل میں ہے ماکنا معذبین حتّٰی نبعث رسولًا۔ یعنی ہم عذاب نازل نہیں کرتے جبتک کہ ایک رسول کو نہ بھیج لیں۔ پھر سورہ اعراف میں ہے ما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء لعلھم یضّرعون۔ یعنی ہم نے کبھی کسی گاؤں میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو قحط اور بیماری کے ساتھ پکڑا تا کہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور عاجزی کریں۔ ان تمام آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کبھی کوئی عام عذاب نازل نہیں کرتا جبتک کہ پہلے ایک نذیر پیدا نہ کرے۔ پس ان آیات سے یہ نتیجہ نکلا کہ وہ آخری دنوں کا عذاب جو زمین کے کیڑے کے ذریعہ سے ظاہر ہوگا وہ عذاب نہیں آئیگا جب تک کہ پہلے ایک ڈرانیوالا خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث نہ ہو۔ وہ ڈرانیوالا کون ہوگا۔ اس کا معلوم کرنا بھی دشوار نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے کھلے الفاظ میں خبر دی کہ آخری ایام میں اُمت محمدیہ میں سے ایک شخص مبعوث ہوگا جس کا نام مسیح ہوگا کیونکہ سلسلہ محمدیہ میں اسی طرح ہوگا جس طرح کہ اسرائیلی مسیح موسوی سلسلہ میں تھا۔ ایک طرف قرآنی آیات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اُس عذاب سے پہلے جو زمین کے کیڑے کے ذریعہ ظاہر ہوگا اور جس میں ایک دنیا مبتلا ہو جائیگی ضروری ہے کہ ایک رسول پیدا ہو جو لوگوں کو ڈرائے اور نشان دکھائے۔ دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری ایام میں ایک رسول پیدا ہوگا جو مسیح کہلائیگا۔ پس دونوں باتوں کو ملانے سے ثابت ہوا کہ وہ رسول جس کا مبعوث ہونا زمین کے کیڑے کے ظاہر ہونے سے پہلے ضروری ہے وہ رسول وہی ہے جو مسیح موعود کے نام سے دنیا میں آئیگا اور آسمانی نشان دکھائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی طاعون کی متعلق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صرف یہی نہیں بتلایا کہ آخری زمانے میں ایک خدا کا رسول پیدا ہوگا۔ بلکہ آپ کے کلمات مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس رسول کے زمانہ میں طاعون نمودار ہوگی۔ جو اگر کُل دنیا پر نہیں تو کم از کم ایک حصہ دنیا پر پھیل جائیگی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ خدا انسانوں کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کریگا۔ اور یہ عذاب مسیح موعود اور اس کے اتباع کی دعا کا نتیجہ ہوگا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو ذیل میں درج کرتا ہوں۔ اوّل مشکٰوۃ باب حرم المدینہ میں لکھا ہے۔ علیٰ انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال۔ یعنی مدینہ کے دروازے پر فرشتے ہیں۔ طاعون اور دجّال اس میں داخل نہیں ہوں گے۔ اس جگہ

طاعون اور دجال کا ایک ہی جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ دونوں ایک ہی زمانے میں ہوں گے۔ لیکن یہ امر ثابت شدہ ہے۔ کہ مسیح اور دجال کا زمانہ بھی ایک ہی ہے۔ کیونکہ دجال مسیح کے ہاتھ سے ہلاک ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ طاعون بھی مسیح کے زمانے میں ظاہر ہوگی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دجال کی طرح طاعون بھی اگر کُل دنیا پر نہیں۔ تو کم از کم دنیا کے ایک بڑے حصّہ پر پھیل جائیگی۔ دوم۔ مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ میں لکھا ہے۔ فیرغب نبی اللّٰہ عیسٰی و اصحابہ فیرسل اللّٰہ علیھم النغف فی رقابھم فیصبحون فرسٰی کموت نفس واحدۃ ثم یھبط نبی اللّٰہ عیسٰی و اصحابہ الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبر الا ملاءہ زھمھم نتنھم یعنی خدا کا نبی مسیح اور اس کے ساتھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع یعنی دعا کریں گے۔ پس خدا ان لوگوں پر ایک کیڑا بھیجے گا۔ جو اُنکی گردنوں میں پیدا ہوگا۔ اور لوگ یکایک اس طرح مر جائینگے۔ گویا وہ سب ایک ہی آدمی تھے۔ پھر آخر مسیح اور اس کے ساتھی زمین میں جائیں گے۔ اور ایک بالشت بھر زمین بھی نہیں پائیں گے۔ جو بدبو سے بھری ہوئی نہ ہو۔ اس حدیث میں یہ صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اسکی دعا سے ایک سخت وبا پھیلے گی جو ایک دم میں لوگوں کا خاتمہ کر دیا کریگی۔ یہ الفاظ کہ گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کیا جائیگا۔ صاف طور پر موجودہ طاعون کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں جو لفظ دابۃ آیا ہے اس سے مراد بھی ایک کیڑا ہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ جس عذاب کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے کہ آخری دنوں میں دابۃ من الارض کے ذریعہ نمودار ہوگا اور جس کے پہلے ضروری ہے کہ ایک خدا کا رسول مبعوث ہو وہ عذاب یہی ہے جو اب طاعون کی شکل میں دنیا پر نازل ہوا ہے اور قرآن شریف کا لفظ دابۃ اور احادیث کا لفظ نغف یعنی کیڑا ان سے یہی طاعون کا کیڑا مراد ہے جو لوگوں کو کاٹتا ہے۔ ایک طرف خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں ایک عذاب نازل ہوگا جو زمینی کیڑے کے ذریعہ ظاہر ہوگا اور ضرور ہے کہ اس عذاب کے ظہور سے پہلے ایک رسول ظاہر ہو اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آخری دنوں میں ایک خدا کا رسول مسیح کے نام پر دنیا میں ظاہر ہوگا اور اُس کے ظہور کے بعد ایک عذاب وبا کی شکل میں نازل ہوگا جس کا موجب ایک کیڑا ہوگا۔ ان دونوں پیشگوئیوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی واقعہ کی خبر دیتی ہیں۔ جو طاعون کی شکل میں آج پوری ہو رہی ہیں۔

اس جگہ یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ مرزا غلام احمدؑ وہی آخری زمانہ کا موعود رسول ہے جس کے ظہور کے بعد اس عذاب کا ظہور ہونا تھا۔ اس کے جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ مرزا غلام احمدؑ کے موعود رسول ہونیکا ہر ایک ثبوت موجود ہے۔ وہ اپنے نشانات کے ساتھ ظاہر ہوا ہے اور اسنے اپنے دعوے کو نہایت ہی

زبردست دلایل کے ساتھ ثابت کردیا ہے مگر مجھے ضرورت نہیں کہ اُن سب نشانات اور دلایل کو تفصیل کے ساتھ بیان کردں۔ کیونکہ یہی نشان جو میری اس چٹھی کا مضمون ہے احمدؐ کی سچائی ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ طاعون ایک بڑا نشان تھا جس نے موعود رسول کے ظہور کے بعد ظاہر ہونا تھا اور یہ نشان حسب پیشگوئی پورا ہوا جب احمدؐ نے موعود رسول ہونیکا دعویٰ کیا تو اسوقت ملک میں طاعون کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مگر آپکے دعویٰ کے بعد اپنے وقت پر طاعون نے ظہور کیا اور احمدؐ کے موعود رسول ہونیکی شہادت دی۔ مگر اگر کوئی تشکی طبیعت اسقدر شہادت کے ساتھ سیر نہیں ہو سکتی تو میرے ترکش میں ابھی اور تیر بھی ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ جس کی طبیعت میں رتّی بھر بھی انصاف ہوگا وہ یقین کرلے گا کہ احمدؐ جسکی شہادت میں یہ نشانات ظاہر ہو رہے ہیں درحقیقت آخری زمانہ کا موعود رسول ہے۔

احمدؐ کی پیشگوئیاں طاعون کے متعلق۔ طاعون کی پیشگوئی صرف قرآن مجید میں اور احادیث نبوی میں ہی نہیں بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود احمدؐ نے اُسوقت طاعون کے آنیکی پیشگوئی نہایت ہی کھلے الفاظ میں کی جبکہ دنیا میں اس بیماری کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ چہارم حصہ صدی سے زیادہ عرصہ گذرا ہے کہ احمدؐ نے ایک کتاب براہین احمدیہ لکھی۔ اس کتاب میں آپکے کئی الہامات درج کیے جن میں آنیوالے واقعات کی خبر دی گئی تھی۔ اس کتاب کے صفحہ ۵۱۹ پر مندرجہ ذیل خدا کا کلام درج ہے انت مبارك في الدنيا والآخرة۔ امراض الناس وبركاته ان ربك فعال لما يريد۔ یعنی تجھے اس دنیا میں بھی برکت دیگئی ہے اور آنیوالے عالم میں بھی برکت دیگئی۔ تو خدا کی دی ہوئی برکات کے ساتھ لوگوں کی بیماریوں کی خبر لے۔ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس وحی الٰہی میں کھلے الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ لوگوں میں بیماریاں پھیلیں گی۔ یہ امر کہ برکاتہ سے کیا مطلب ہے آیندہ جاکر واضح ہوجائیگا۔ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۶۸ پر ایک اور الہام درج ہے جو حسب ذیل ہے من دخله كان آمنا۔ یعنی جو شخص اس (مکان) میں داخل ہوگا وہ امن میں آجائے گا۔ یہ الہام ایک مسجد کے متعلق ہے جو آپکے مکان کا ایک حصہ ہے۔ اس الہام میں بھی ایک آنیوالی مصیبت کی خبر دی گئی ہے اور یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اُس مصیبت کے وقت جو دنیا پر آنیوالی ہے آپکا مکان ایک جائے پناہ ہوگا اور جو اس مکان میں داخل ہوگا وہ اس مصیبت سے امن میں رہیگا۔ یہ امر کہ یہ الہام طاعون کے نمودار ہونیکی خبر دیتا ہے آپکے ایک اور الہام پر بحث کرتے ہوئے واضح ہوجائیگا۔

۱۸۸۸ء میں آپنے ایک اشتہار شایع کیا جس میں آپنے لوگوں کو اس امر کی طرف بلایا کہ وہ آپکے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اُس اشتہار میں ایک الہام الٰہی درج ہے جسکی بنا پر آپنے یہ بیعت کا اشتہار دیا۔ طاعون کے متعلق وہ الہام بھی خاص توجہ کے لائق ہے۔ اُس میں ایک آنیوالے طوفان کی خبر دیگئی ہے جو نوح کے طوفان کے مشابہ ہوگا۔

اور احمد کو ایک کشتی تیار کرنیکا ارشاد کیا گیا ہے۔ اسی الہام کی بنا پر آپنے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا۔ وہ طوفان آگیا ہے اور ملک کے بڑے حصہ پر پھیل گیا ہے اس امر پر مَیں انشاء اللہ تعالیٰ آگے جا کر بحث کروں گا کہ احمد کی کشتی پر سوار ہونیسے کسطرح اس طوفان سے نجات ملتی ہے۔ اس بات کے بیان کی ضرورت نہیں کہ جس طوفان کی اس الہام میں خبر دیگئی ہے اُس سے پانی کا طوفان مراد نہیں۔ کیونکہ اگر پانی کا طوفان مراد ہوتا تو احمد کو ایسی کشتی بنانے کا حکم دیا جاتا... جیسی نوح علیہ السلام نے تیار کی تھی یعنی تختوں اور میخوں والی کشتی۔ اس لیے اس طوفان سے مراد ایک ایسی مصیبت ہے، جو اپنی شدت میں طوفان نوح سے مشابہ ہے۔ اور اس امر سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ موجودہ طاعون طوفان نوحؑ سے کچھ کم نہیں۔ اس لیے یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ پیشگوئی جو ایک آنے والے طوفان کی خبر دیتی تھی وہ پوری ہو چکی ہے۔ الہام کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں۔ اصنع الفلک باعیننا ووحینا۔ ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انهم مغرقون۔ یعنی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی تیار کر اور اُن لوگوں کے لیے سفارش یا دعا نہ کر جو ظالم ہیں کیونکہ وہ غرق ہونیوالے ہیں۔

پھر ۱۳۱۱ ہجری مطابق ۱۸۹۴ء میں جب رمضان شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ تاریخوں پر کسوف و خسوف کی پیشگوئی پوری ہوئی تو احمد نے اس نشان کے متعلق ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ہے نور الحق حصہ دوم۔ اس کتاب کے صفحہ ۳۸ پر طاعون کے عذاب کی ایسے کھلے الفاظ میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے وحاصل الکلام ان الکسوف والخسوف آیتان مخوفتان واذا اجتمعا فهو تهدید شدید من الرحمٰن واشارۃ الی ان العذاب قد تقرر واکد من اللہ لاهل العدوان۔ یعنی کسوف اور خسوف دو ڈرانیوالے نشان ہیں اور اُن کا ایک ہی مہینہ میں جمع ہونا خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سخت دھمکی ہے کہ سرکشوں کے لیے عذاب مقدر ہو چکا ہے اور اُس کا ظاہر ہونا فیصلہ پا چکا ہے اور ضروری ٹھہر چکا ہے۔ ان الفاظ میں ایک عذاب کی کھلے طور پر پیشگوئی کی گئی تھی اور بڑے پُرزور الفاظ میں بتایا گیا کہ لوگوں کے لیے عذاب مقدر ہو چکا ہے۔

پھر کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹۷ پر جو ۱۸۹۴ء میں شایع ہوئی آپ یہ فرماتے ہیں۔ فلما طغی الفسق المبید بسیله۔ تمنیتُ لو کان الوباء المتبّر۔ فان هلاک الناس عند اولی النهی۔ احب واولیٰ من ضلال یخسّر۔ یعنی جب ہلاک کرنیوالے گناہوں کا طوفان حد سے بڑھ گیا تو مَینے دعا کی کہ اے خدا ایک تباہ کرنیوالی وبا بھیج۔ کیونکہ عقلمند کے نزدیک انسانوں کا مرجانا گمراہی سے جو ٹوٹے میں ڈالتی ہے بدرجہا بہتر ہے۔ یہ دعا اُسوقت شایع کی گئی جب ملک میں طاعون کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ یہ دعا دو طرح سے قابل توجہ ہے۔ ان اشعار میں صرف ایک تباہ کرنیوالی وبا کے لیے دعا ہی نہیں کی گئی بلکہ یہ اشعار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس

حدیث کو بھی یاد دلاتے ہیں جس میں آپنے فرمایا کہ مسیح موعود کی دعا سے ایک سخت وبا نمودار ہوگی۔ اب ایسا ہی ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسیح موعود نے دعا کی کہ اے خدا تو ایک مہلک بیماری پیدا کر اور خدا تعالیٰ نے آپکی دعا کو قبول کیا اور اپنے قدیم وعدہ کے مطابق ایک تباہ کرنیوالی وبا کو بھیجا۔

اس موقعہ پر ہر ایک شخص خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو بلا اختیار پکار اُٹھیگا کہ درحقیقت وہ نبی ایک عظیم الشان نبی تھا جس نے آج سے ۱۳۰۰ برس پہلے ایسی صاف پیشگوئی کی اور نیز وہ شخص بھی بڑی شان کا آدمی ہے۔ جسکی دعا کو خدا تعالیٰ نے اس طرح سُنا۔ ان واقعات سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور مسیح موعود کی صداقت ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالےٰ کی ہستی کا ایک بیّن ثبوت ملتا ہے۔ کس نے عرب کے مقدس نبی کو بتلایا کہ ۱۳۰۰ برس کے بعد مسیح موعودؑ وبا کے لیے دعا کریگا اور وہ کون ہے جس نے مسیح موعودؑ کی دعا کو سُنا اور اس کی تمنا کے مطابق ایک وبا کو دنیا میں بھیجا۔ ہر ایک شخص کو ماننا پڑیگا کہ بے شک خدا کے سوا ایسا کوئی نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی دہریہ ہے تو پہلے اُس کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو پیش کرو جنہیں بتلایا گیا ہے کہ مسیح موعودؑ کی دعا سے ایک وبا پیدا ہوگی پھر اُس کے سامنے حمامۃ البشریٰ کھولکر رکھو جس میں طاعون کے ظہور سے بہت عرصہ پہلے مسیح موعودؑ ایک وبا کے لیے دعا کرتا ہے اور پھر اُس کو اُس وبا کی طرف متوجہ کرو جو اس دعا کے جواب میں اس ملک میں ظاہر ہوئی اور پھر اس سے پوچھو کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کون ایسا کرسکتا ہے۔ یہ واقعات ہیں جن سے کوئی انکار نہیں کرسکتا اور مَیں نہیں دیکھتا کہ ایک دہریہ باوجود ان صریح دلایل کے کسطرح خدا تعالیٰ کی ہستی سے انکار کرسکتا ہے۔

پھر اتنا ہی نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ طاعون کا موجب ایک کیڑا ہوگا اور آجکل کی تحقیقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کی تصدیق کرتی ہے اور آپکے الہام کی صداقت کی شہادت دیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسطرح معلوم ہوسکتا تھا کہ اُس وبا کا باعث ایک کیڑا ہوگا اگر خدا تعالیٰ جو ہر ایک پوشیدہ بات کو جانتا ہے آپ کو اطلاع نہ دیتا۔ الغرض اگر حضرت مسیح موعودؑ سوائے مذکورہ بالا اشعار کے طاعون کے متعلق اور کوئی پیشگوئی بھی شایع نہ کرتے تو صرف یہی اشعار آپ کی صداقت کے لیے کافی ثبوت تھے۔ ناظرین کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعودؑ کی صداقت کے نشانوں میں قبولیت دعا بھی ایک نشان ہے اور موجودہ صورت میں قبولیت دعا کا ایک عجیب نمونہ پایا جاتا ہے جو آپ کی سچائی کا صریح نشان ہے۔

پھر آپ کی کتاب سراج المنیر میں طاعون کے متعلق ایک اور پیشگوئی ہے یہ کتاب ۹۷ء میں شایع ہوئی لیکھرام کی موت کا ذکر کرتے ہوئے جو آپ کی پیشگوئی کے مطابق واقع ہوئی آپ اس کتاب کے صفحہ ۵۹ پر لکھتے ہیں "اللہ تعالیٰ سورہ اعراف میں فرماتا ہے ان الذین اتخذوا العجل سینالھم غضب من ربھم وذلۃ فی الحیوٰۃ الدنیا وکذٰلک نجزی المفترین یعنی جنہوں نے گوسالہ پرستی کی اُنپر غضب کا عذاب پڑیگا اور دنیا کی زندگی میں انکو ذلت پہنچے گی اور اسی طرح ہم دوسرے مفتریوں کو سزا دیں گے اور یہ ایک

لطیف اشارہ ان گوسالہ پرستوں کی طرف بھی ہے جو اس دوسرے گوسالہ یعنی لیکھرام کی پرستش کرنے میں ظلم اور خونریزی کے ارادوں تک پہنچ گئے خدا کے علم سے کوئی شے باہر نہیں وہ خوب جانتا تھا کہ ہندو بھی لیکھرام کی پرستش کرکے اسکو گوسالہ بنائیں گے اس لیے اُس نے کذٰلک کے لفظ سے لیکھرام کے قصّے کی طرف اشارہ کر دیا۔ توریت خروج باب ۳۲ آیت ۳۵ سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر گوسالہ پرستی کے سبب سے موت بھیجی تھی یعنی ایک وبا اُن میں پڑگئی تھی جس سے وہ مر گئے تھے ...... اُسی مقام کے متعلق اس عاجز کو الہام ہوا ہے یا مسیح الخلق عدوانا یعنی اے خلقت کے لیے مسیح ہماری متعدی بیماریوں کے لیے توجہ کر اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۹ میں اسی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ وہ عزّ اسمہٗ فرماتا ہے انت مبارک فی الدنیا و الاٰخرۃ امراض الناس وبرکاتہ ان ربک فعال لما یرید۔ یعنی تجھے دنیا اور آخرت میں برکت دیگئی ہے خدا کی برکتوں کے ساتھ لوگوں کی بیماریوں کی خبر لے کہ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے دیکھو یہ کس زمانہ کی خبریں ہیں اور نہ معلوم کس وقت پوری ہونگی ایک وہ وقت ہے جو دعا سے مرتے ہیں اور دوسرا وہ وقت آتا ہے کہ دعا سے زندہ ہوں گے۔"

مندرجہ بالا عبارت میں ایک صریح پیشگوئی اس امر کی پائی جاتی ہے کہ اس ملک میں وبا پھیلے گی حضرت مسیح موعودؑ نے صرف قرآن شریف کے الفاظ سے ہی یہ نتیجہ نہیں نکالا بلکہ آپ نے اپنے الہامات کو بھی درج کیا ہے جن میں تبلایا گیا ہے کہ اس ملک میں طاعون پھیلنے والی ہے۔ اور آخر لوگ آپکی طرف توجہ کریں گے اور وبا کے دُور ہونے کے لیے دعا کی درخواست کریں گے۔ پھر ۶۔ فروری ۱۸۹۸ء کو آپنے ایک اشتہار شایع کیا جس میں لوگوں کو آنیوالی طاعون سے ڈرایا اس اشتہار میں طاعون کی مندرجہ ذیل پیشگوئی پائی جاتی ہے " اور ایک ضروری امر ہے جس کے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ جو لوگ روحانیت سے بے بہرہ ہیں اسکو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھیں گے مگر میرا فرض ہے کہ میں اسکو نوع انسان کی ہمدردی کے لیے ظاہر کروں اور وہ یہ ہے کہ آج جو ۶ فروری ۱۸۹۸ء روز یکشنبہ ہے مینے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں مینے بعض لگانیوالوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے میری پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اُس نے یہ کہا کہ آیندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو مینے دیکھا۔ اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارہ میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتّٰی یغیّروا ما بانفسھم۔ انّہٗ اوی القریۃ۔ یعنی جبتک دلوں کی وبا معصیت دُور نہ ہو تب تک ظاہری وبا بھی دُور نہیں ہوگی۔" اس اشتہار کے آخر میں چند فارسی شعر ہیں جن میں آنیوالی طاعون کا خوفناک رنگ میں نقشہ کھینچا گیا ہے۔ میں اُن میں سے بعض اشعار بطور نمونہ یہاں درج کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں

گر آں چیزے کہ می بینم عزیزاں نیز دیدندے ✤ زدنیا توبہ کردندے بچشم زار و خونبارے
خور تاباں سیہ گشت است از بدکاریٔ مردم ✤ زمیں طاعوں ہمیں آرد پئے تخویف و اندارے
بتشویش قیامت ماند ایں تشویش گر بینی ✤ علاجے نیست بہر دفع آں جز حُسن کردارے
من از ہمدردی ات گفتم تو خود ہم فکر کن بارے ✤ خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہشیارے

یہ اشتہار اُسوقت شایع کیا گیا جب پنجاب طاعون سے پاک تھا صرف ایک دو گاؤں میں طاعون ابھی پھوٹی ہی تھی اور وہ مناسب ذرایع استعمال کرنیسے دوسرے دیہات میں پھیلنے سے روکی جاسکتی تھی۔ مگر اس اشتہار کے مطابق وہ بیماری کُل پنجاب میں خوفناک رنگ میں پھیل گئی اور جو نقشہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اشتہار میں کھینچا ہے وہ اب ہر ایک کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے اور الہامات اور پیشگوئیاں بھی ہیں جن میں طاعون کے آنیکی خبر دی گئی تھی۔ مگر جو الہامات اور پیشگوئیاں مَیں پیش کرچکا ہوں وہ اس امر کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایسے وقت میں طاعون کے آنیکی صاف اور کُھلے کُھلے الفاظ میں پیشگوئی کی جب کہ ملک میں طاعون کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اسطرح نہ صرف قرآن شریف اور احادیث میں آخری زمانہ کے رسول کے عہد میں ایک لمبی اور شدید وبا کی پھیلنے کی پیشگوئی پائی جاتی ہے بلکہ اُس رسول نے خود اس وبا کے پھیلنے کی قبل از وقت خبر دی اور اب کچھ بھی شک اس امر میں باقی نہیں رہتا کہ اِس وبا کا آنا اس رسول کی صداقت کے لیے ایک نشان ہے۔ جن کتابوں اور اشتہارات کا مَیں نے ذکر کیا ہے وہ سب موجود ہیں اور ہر ایک شخص ان کو دیکھ سکتا اور اپنی تسلّی کر سکتا ہے۔

بائبل اور طاعون:۔ اس جگہ اس پیشگوئی کا بھی ذکر کیا جا سکتا ہے جو نئے عہدنامہ میں طاعون کے متعلق موجود ہے۔ جب حواریوں نے حضرت مسیح سے سوال کیا کہ آپکی دوبارہ آمد کے کیا نشان ہوں گے تو حضرت مسیح نے جواب دیا کہ ایک قوم دوسری قوم پر چڑھائی کریگی اور ایک سلطنت دوسری سلطنت پر چڑھائی کریگی اور مختلف مقامات میں قحط ہونگے اور مری پڑیگی اور زلزلے آئیں گے۔ اب اس پیشگوئی کے مطابق نہ صرف مری پڑی ہے بلکہ دوسرے سب علامات جن کا حضرت مسیح نے ذکر کیا ہے وہ سب ایسی طرح طور پر پوری ہوئی ہیں کہ کوئی شخص اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر شک نہیں کرسکتا۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ جب کبھی اس پیشگوئی کا ذکر کیا جاتا ہے تو ہندوستان کے پادری خصوصاً ایک صاحب پادری اکبر مسیح سخت غیظ میں آجاتے ہیں۔ اور بڑی طیش میں آکر کہتے ہیں کہ مسیح ان علامات کے ظہور کے بعد ظاہر ہونا چاہیئے تھا نہ پہلے۔ یہ صاحبان خیال کرتے ہیں کہ مسیح موعود کی سچائی کا صرف یہی پیشگوئی ایک ثبوت ہے گویا یہ ہمارے مشن کا ایک ستون ہے اور اگر یہ ستون ہٹا لیا جائے تو یہ ساری عمارت گر کر نابود ہو جائیگی۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی انکے سامنے اس پیشگوئی کا ذکر کیا جاتا ہے

تو یہ لوگ نیلے پیلے ہو جاتے ہیں اور لڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ انکو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا انحصار انجیل کی اس پیشگوئی پر ہرگز نہیں ہے۔ ہمنے اسی لیے انجیل کا ذکر قرآن شریف۔ احادیث اور مسیح موعودؑ کے الہامات کے بعد کیا ہے تا عیسائیوں کو معلوم ہو کہ ہم طاعون کی پیشگوئی کے لیے انجیل کے ہرگز محتاج نہیں ہیں۔ انجیل متی میں اس پیشگوئی کا ہونا مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی قوت کو زیادہ نہیں کرتا اور اگر ہم فرض کرلیں کہ یہ پیشگوئی انجیل متی میں موجود نہیں ہے تو اس سے مسیح موعودؑ کے دعویٰ میں ذرا بھی کمزوری واقع نہیں ہوتی۔ طاعون کی پیشگوئی قرآن شریف میں موجود ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کو بیان کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خود بارہا قبل از وقت اس پیشگوئی کو شایع کیا۔ اس لیے ہمیں انجیل متی کی ذرا بھی پروا نہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ اُسنے ہمیں متی۔ لوقا۔ یا یوحنا کی احتیاج سے بچالیا۔ اگر ہم ان کتابوں کا ذکر کریں تو یہ ہمارا عیسائیوں پر احسان ہے کہ ہم ان کی کتابوں کی بعض پیشگوئیوں کا قرآن شریف اور احادیث اور مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے ساتھ ذکر کرکے انکی کتابوں کو ایک عزت دیتے ہیں۔ طاعون کی پیشگوئی چار جگہ موجود ہے۔ متی کی انجیل میں۔ قرآن مجید میں احادیث میں اور مسیح موعودؑ کی تحریروں میں۔ مؤخر الذکر تین جگھوں میں طاعون کا مسیح موعود کے ظہور کے بعد ظاہر ہونا لکھا گیا ہے اس لیے اگر متی کی انجیل میں کوئی ایسا لفظ ہے جس سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ طاعون پہلے ظاہر ہوگی اور مسیح موعودؑ بعد میں آئیگا تو ہمیں یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ متی نے پیشگوئی کی روایت میں غلطی کی کیونکہ باقی تین پیشگوئیاں یعنی قرآن مجید۔ احادیث اور مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں متعلق طاعون یہ بیان کرتی ہیں کہ طاعون بعد میں ظاہر ہوگا اور مسیح پہلے آئیگا۔ اور واقعات بھی متی کے بیان کی تغلیط کرتے ہیں اور قرآن شریف اور احادیث کی پیشگوئی کی تصدیق کرتے ہیں کیونکہ مدعی پہلے ظاہر ہوا اور اُس کی تصدیق میں قرآنی پیشگوئی اور مخبر صادق کی خبر کے مطابق اور خود اُس مدعی کے الہامات کے مطابق طاعون بعد میں ظاہر ہوا پس اگر متی نے کوئی ایسا لفظ لکھا ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ طاعون مسیح موعود سے پہلے آئیگا تو ہمیں متی کی روایت کو غلط ٹھہرانا چاہیئے۔ اور قانون قدرت اور خود انبیاءؑ کی تاریخ بھی متی کے بیان کے مخالف ہے کیونکہ گذشتہ تاریخ اور سُنت اللہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ایک ڈرانیوالا آتا ہے جو تبلیغ کرتا ہے اور نشانات دکھلاتا ہے اور جب دنیا اُسکو رد کرتی ہے اور اُسکی آواز کو نہیں سنتی اور وہ اُنپر حجت پوری کر چکتا ہے اسوقت اور نہ پہلے عذاب نازل ہوتا ہے اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ پہلے ایک ڈرانیوالا آئے اور بعد میں عذاب آئے اگر لوگ عذاب کے مستحق ہوں۔ نہ یہ کہ عذاب پہلے آئے اور ڈرانیوالا بعد میں۔ عارضی طور پر وبائیں وغیرہ لوگوں کے گناہوں کی سزا کے لیے آسکتی ہیں مگر ایک مسلسل اور ہلاک کردینے والا عذاب جو قیامت برپا کردے ایسا عذاب نہیں آسکتا جب تک پہلے ایک نذیر ظاہر نہ ہو۔ مَیں عیسائیوں سے پوچھتا ہوں کہ جس عذاب کا نقشہ انجیل متی میں کھینچا گیا ہے کیا ایسا عذاب ایک ڈرانیوالے کے آنیکے بغیر آسکتا ہے؟ کیا جب وبائیں اور قحط

اور جنگ دنیا کا قریباً خاتمہ کر دینگے اُسوقت تمھارا مسیح ظاہر ہوگا؟ کیا وہ کھنڈرات پر چلنے اور خون کے دریاؤں اور سڑی ہوئی لاشوں کی سیر کرنیکے لیے آسمان سے اُتریگا؟ ایسے وقت میں اُسکے اُترنے سے کیا فایدہ ؟ غرض اس سے زیادہ کوئی حماقت کی بات نہیں کہ یہ خیال کیا جائے کہ جب دنیا وباؤں اور لڑائیوں اور زلزلوں اور قحطوں سے تباہ ہو چکے گی اُسوقت اُنکے لیے ایک واعظ آئیگا۔ عیسائیوں کے لیے سلامتی کی راہ یہی ہے کہ اگر متی نے کوئی ایسا اشارہ کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا پہلے تباہ ہوگی اور مسیح بعد میں آئیگا تو اُسے متی کی اپنی غلطی قرار دیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو وہ وقت قریب آرہا ہے کہ انکو خود اس پیشگوئی کو جھوٹا کہنا پڑیگا۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ انجیل کی وہ پیشگوئی جس میں زلزلوں ۔ وباؤں اور قحطوں اور جنگوں کی خبر دی گئی ہے ایک حیرت انگیز طور پر پوری ہو رہی ہے اور متی کے خیال کے مطابق بھی اب مسیح کا آنا قریب ہے۔ اب اگر کچھ عرصہ تک مسیح آسمان سے فرشتوں اور نقاروں کے ساتھ نہ اُترے تو عیسائیوں کو مایوس ہو کر کہنا پڑیگا کہ متی پر افسوس جس نے ہمیں دھوکہ دیا۔ مسیح آچکا تھا اور نشانات ظاہر ہو چکے تھے مگر ہم آسمانوں کی طرف ہی دیکھتے رہے اور وقت گذر گیا۔ غرض ہم عیسائیت پر ایک احسان کرتے ہیں جب ہم اناجیل کی پیشگوئی کا قرآن مجید۔ احادیث اور مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور ہم یسوع مسیح کو ایک عزت دیتے ہیں جب ہم اپنے پیارے نبی اور اپنے مقدس احمدؐ کے مبارک ناموں کے ساتھ اس کے نام کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن اگر پادریصاحبان کو یہ امر پسند نہیں تو ہم اس پیشگوئی کو جو پادریوں کے ہاتھ میں ہے بڑی خوشی سے ردی کی طرح پھینکنے کے لیے تیار ہیں کیونکہ ہمیں اس پیشگوئی کی ذرا بھی حاجت نہیں۔ پادریوں کو معلوم ہے کہ مسیح کے اقوال کئی سال بعد قلمبند کیے گئے اور ان میں غلطی کا داخل ہو جانا بالکل ممکن تھا۔ پھر معلوم نہیں پادریصاحبان کیوں اسقدر متی کے ایک ایک لفظ پر اڑتے ہیں جبکہ واقعات متی کی غلطی کو ثابت کر چکے ہیں۔

اب مَیں ثابت کر چکا ہوں کہ قرآن مجید میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں اور مسیح موعودؑ کی تصانیف میں آخری زمانہ کے رسول مسیح موعودؑ کے زمانہ میں طاعون کا ظاہر ہونا بیان کیا گیا ہے اور یہ سب پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور مسیح موعودؑ کی صداقت کی شہادت دیتی ہیں۔ اب مَیں چند اور امور ذیل میں لکھتا ہوں جن سے اور بھی کھلے طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ضرور یہ طاعون مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک نشان ہے۔

احمدؐ کی پیشگوئی اپنے دار کے متعلق ۔

پہلا امر جس سے ثابت ہوتا ہے کہ طاعون مسیح موعودؑ کا ایک نشان ہے یہ ہے کہ مسیح موعودؑ نے اپنے نفس کے متعلق اور اپنے گھر کے متعلق بار ہا یہ پیشگوئی شایع کی ہے کہ نہ صرف مَیں بلکہ ہر ایک شخص جو میرے گھر کی چار دیواری کے اندر رہتا ہے طاعون سے محفوظ رہیگا تا لوگوں پر ظاہر ہو کہ طاعون میری لیے بطور نشان کے ظاہر ہوئی ہے۔ آپ کی اس پیشگوئی کی بنیاد ایک الہام پر ہے

جو حسب ذیل ہے۔

انی احافظ کل من فی الدار۔ یعنی ہر ایک شخص جو اس گھر میں رہتا ہے مَیں اُس کی حفاظت کروں گا۔

ہم روزمرہ اس پیشگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ قادیان میں ایک سے زیادہ دفعہ طاعون نمودار ہوئی یہانتک کہ وہ مکان بھی طاعون سے مؤثر ہوئے جو آپکے گھر کے بالکل متصل ہیں مگر آپکے گھر میں جسقدر لوگ رہتے تھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب کے سب محفوظ رہے۔ آپ کا گھر ہر وقت بھرا رہتا ہے کیونکہ اُس میں نہ صرف آپکے اہل و عیال بود و باش رکھتے ہیں بلکہ اور بھی بہت سے لوگ بمعہ اپنے بیوی بچوں کے آپکے مکان کے اندر رہتے ہیں۔ طاعون کے دنوں میں آپ کبھی اپنے مکان کو نہیں چھوڑتے۔ بلکہ اپنے احباب کو بھی جہانتک ممکن ہو اپنے مکان میں جگہ دیتے ہیں تا وہ بھی خدا کی خاص حفاظت سے حصہ لیں۔ علاوہ اسکے طاعون کے ایام میں گرد و نواح کے لوگ جوق در جوق آتے ہیں اور آپ کی مسجد مبارک جو آپکے مکان کا ایک حصہ ہے ایسے لوگوں سے بھری رہتی ہے جو طاعون زدہ علاقوں سے آتے ہیں تا آپ کی زیارت سے مشرف ہوں اور آپکے ساتھ مصافحہ کریں اور اپنے لیے دعا کرائیں۔ لیکن باوجودیکہ اسقدر آپکے [illegible] اندر اور مسجد میں آدمیوں کا ہجوم رہتا ہے آپ کا مکان خدا تعالیٰ کے فضل سے محفوظ چلا آرہا ہے۔ اور احمدؑ نے بارہا یہ اعلان کیا ہے کہ اگر کسی کو اس نشان میں جو آپکے مکان کی حفاظت کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ شک ہو تو وہ اپنے لیے اور اپنے گھر میں رہنے والوں کے لیے ایسی ہی حفاظت کا اعلان کرے اگر وہ ایسا کریگا تو یقیناً خدا تعالیٰ اُسکو اور اس کے گھر کو تباہ کریگا تا سچ اور جھوٹ میں تمیز ہو اور یہ ثابت ہو جاوے کہ مسیح موعودؑ اور اُس کے گھر والوں کی حفاظت واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے اور خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہے۔ ممکن ہے کہ بہت سے مکانات طاعون کے حملہ سے محفوظ رہیں مگر صرف محفوظ رہنا اور امر ہے اور حفاظت کا قبل از وقت اعلان کرنا اور اُس اعلان کے مطابق محفوظ رہنا یہ اور امر ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں کوئی نشان نہیں مگر دوسری صورت اپنے اندر ایک نشان رکھتی ہے میں پہلے براہین احمدیہ کے ایک الہام منزدخلہ کان امنا کا ذکر کر آیا ہوں۔ یہ الہام بھی اسی حفاظت کے متعلق ہے جسکا انی احافظ کل من فی الدار میں وعدہ دیا گیا ہے۔

احمدؑ کی پیش گوئی قادیان کے متعلق دوسرا امر جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طاعون مسیح موعودؑ کے لیے بطور نشان کے بھیجی گئی ہے مسیح موعودؑ کی پیشگوئی قادیان کے قریہ کے متعلق ہے۔ آپکے الہامات آپکے گاؤں کے متعلق حسب ذیل ہیں۔

(۱) انہٗ اوی القریۃ۔ یعنی خدا تعالیٰ نے اس گاؤں کو ہلاکت سے بچا لیا۔ (۲) لولا الاکرام لہلک المقام۔ یعنی اگر میری عزت کا پاس نہ ہوتا تو یہ گاؤں نابود کر دیا جاتا۔ (۳) انی احافظ کل من فی الدار۔ یعنی مَیں ہر ایک شخص کی جو اس گھر میں رہتا ہے حفاظت کروں گا۔ لفظ اوی جو پہلے الہام میں آیا ہے اُس سے

ایسی پناہ اور حفاظت مراد ہوتی ہے جو تکلیف میں مبتلا ہونیکے بعد ملے۔ اس کی مثال قرآن شریف میں موجود ہے۔ حضرت مسیح اور آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وآوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین یعنی ہم نے ان دونوں کو ایک ایسے ٹیلے (یعنی اونچی اور پہاڑی زمین) میں جگہ دی جو بڑے آرام کی جگہ تھی اور جہاں چشمے اور نہریں بہتی تھیں اس میں ملک کشمیر کی طرف اشارہ ہے جہاں حضرت مسیح نے صلیب کے دردناک واقعہ کے بعد پناہ حاصل کی۔ اب کس کو معلوم نہیں کہ حضرت مسیح واقعی ایک مصیبت میں گرفتار ہوئے اور تکلیف اٹھائی اور انکو سخت درد اور دکھ اٹھانیکے بعد پناہ دیگئی۔ یہی لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی آیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے الم یجدك یتیماً فآوی۔ یعنی کیا خدا تعالیٰ نے تم کو یتیم پاکر پناہ نہیں دی۔ یہاں بھی لفظ آوی ایسی پناہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو ایک ابتلا کے بعد دیگئی۔ ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ آوی ایسی صورت میں استعمال ہوتا ہے جب پہلے ایک ابتلا اور تکلیف پہنچے اور اس کے بعد پناہ دی جاوے۔ اب یہی لفظ پہلے الہام یعنی انہ اوی القریۃ میں قادیان کے متعلق استعمال کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان میں طاعون کا آنا ضرری تھا کیونکہ اگر قادیان طاعون سے بالکل محفوظ رہتی تو لفظ اوی اسپر صادق نہیں آسکتا تھا اس طرح لفظ اوی میں دو پیشگوئیاں تھیں۔ ایک یہ کہ قادیان میں طاعون نمودار ہوگی۔ دوم یہ کہ قادیان طاعون میں مبتلا ہونیکے بعد ہلاکت سے بچالیا جائیگا۔ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بہت سے گاؤں ایسے بھی ہیں جو طاعون سے بالکل نابود کیے جائیں گے اور قادیان بھی اس قابل تھا کہ انہیں دیہات کی طرح طاعون سے بالکل نابود کر دیا جاتا مگر خدا تعالیٰ مسیح موعودؑ کی خاطر حسب مفہوم لفظ اوی طاعون میں مبتلا کرنیکے بعد اسکو اپنی پناہ میں لے لیگا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ لفظ اوی کی یہ تشریح بعد میں نہیں سوجھی بلکہ قبل از وقت اس لفظ کے معنی کھولکر بیان کر دیئے گئے تھے اور یہ بتلا دیا گیا تھا کہ اس لفظ کے مفہوم کے رو سے ضرور ہے کہ قادیان میں طاعون نمودار ہو مگر خدا تعالےٰ اسکو ہلاکت سے بچالے گا دیکھو کتاب دافع البلاء صفحہ ۵۔ باقی کے دو الہام بھی اسی نتیجہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ چنانچہ دوسرا الہام یہ ہے لولا الاکرام لھلك المقام۔ یعنی اگر تیری عزت کا پاس نہ ہوتا تو یہ مقام اس قابل تھا کہ بالکل نابود کر دیا جاتا کیونکہ یہ نہایت ہی سخت اور بدکار دشمنوں کا مقام ہے۔ تیسرے الہام یعنی انی احافظ کل من فی الدار سے بھی یہی پایا جاتا ہے خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ تیرا گھر طاعون سے محفوظ رہے گا صاف بتلا رہا تھا کہ اس گاؤں میں طاعون آنیوالی ہے کیونکہ اگر کُل گاؤں ہی طاعون سے کلی طور پر محفوظ رہنا تھا تو ایک گھر کی تخصیص کے کیا معنے۔ ایک اور بات بھی قابل غور ہے جو لفظ گاؤں کے متعلق استعمال کیا گیا ہے۔ وہ اوی ہے اور جو لفظ خاص دار کے واسطے استعمال کیا گیا ہے وہ اُحافظ ہے۔ ان دو الہاموں میں دو مختلف لفظوں کا استعمال کرنا توجہ کے قابل ہے۔ جو لفظ خاص دار کے واسطے استعمال کیا گیا ہے اُسکے

سے کامل حفاظت کے ہیں اور جو لفظ عام گاؤں کے واسطے استعمال کیا گیا ہے اُس کے معنے ایسی حفاظت کے ہیں جو مصیبت کے بعد دی جاوے۔ ایک اور الہام میں جو دار کے متعلق ہے اَمن کا لفظ آیا ہے اور لفظ احافظ اور اَمن دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے یعنی پورے طور پر بچایا جانا بغیر مصیبت میں مبتلا ہونے کے۔ عام گاؤں کے متعلق ان دونوں لفظوں میں سے کوئی بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ برخلاف اسکے۔ گاؤں کے متعلق ایک ایسا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس میں مصیبت میں مبتلا ہونا اور پھر بچایا جانا پایا جاتا ہے۔ سو اس لفظ کے مفہوم کے مطابق قادیان طاعون میں مبتلا ہوا مگر تھوڑے سے عذاب کے بعد بچا لیا گیا۔

مسیح موعودؑ کی کشتی:۔ مسیح موعودؑ نے جو پیشگوئی اپنے اتباع کے متعلق کی ہے وہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ طاعون مسیح موعودؑ کی سچائی کا ایک نشان ہے۔ آپنے ایک کتاب شایع کی ہے جس کا نام ہے کشتی نوح۔ اس کتاب میں آپنے اپنی تعلیم کو شایع کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے اتباع میں سے جو لوگ اس تعلیم پر پورے طور پر کاربند ہونگے اُنکو خدا تعالیٰ طاعون سے محفوظ رکھے گا۔ اس کے متعلق آپکا ایک الہام حسب ذیل ہے:۔ الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئك لھم الامن وھم مھتدون۔ یعنی اُن لوگوں کے لیے امن ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا۔ اور ایسے لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ آپ کا ایک اور الہام اس مضمون کے متعلق حسب ذیل ہے **آگ سے ہمیں مت ڈراو آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے**۔ ان الہامات سے پایا جاتا ہے کہ آپکے سچے اتبع جو کامل طور پر آپ کی تعلیم پر چلتے ہیں اور حقیقی طور پر دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہیں طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ لیکن صرف زبان سے مان لینا مگر تعلیم پر پورا پورا کاربند نہ ہونا طاعون سے حفاظت حاصل کرنیکے لیے کافی نہیں اسجگہ پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر سارے مرید اس حفاظت میں شریک نہیں ہیں اور اگر بعض اسی طرح طاعون میں مبتلا ہو سکتے ہیں جیسے دوسرے لوگ مبتلا ہوتے ہیں تو پھر ہم کسطرح پہچانیں گے کہ طاعون مسیح موعودؑ کا نشان ہے اور مسیح موعودؑ پر ایمان لانا اور اُس کے نصائح پر کاربند ہونا طاعون سے بچنے کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔ مگر پیشتر اسکے کہ مَیں اس سوال کا جواب دوں مَیں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ ایک دوا کا مفید ہونا کسطرح پہچانتے ہیں۔ کیا آپ صرف اُسی دوا کو مفید سمجھتے ہیں جو ہمیشہ اور ہر ایک بیمار کی صورت میں کارگر ہو یا ایسی دواؤں کو بھی مفید قرار دیتے ہیں جو اکثر بیماروں کی صورت میں کارگر ہوتی ہیں۔ مثلاً طاعون کا ٹیکا بطور حفظ ماتقدم کے جاری کیا گیا تھا اور اب پھر اُسکو جاری کرنے کی تجویز ہو رہی ہے اور اُسکو نہایت ہی مفید علاج قرار دیا گیا ہے مگر مَیں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ علاج کل صورتوں میں کارگر ثابت ہو چکا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پس اس علاج کو جسکو مسیح موعودؑ پیش کرتا ہے اسی طرح پرکھو جسطرح تم ہر ایک علاج کو پرکھا کرتے ہو۔ اگر وہ لوگ جو اس آسمانی ٹیکو کیطرف

رجوع کرتے ہیں دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ محفوظ رہیں اور نسبتاً ان میں ایک نمایاں امن اور سلامتی پائی جائے تو یقیناً ہمیں اس علاج کو مفید علاج قرار دینا چاہیئے یقین رکھو کہ یہ طاعون کا یقینی علاج ہے اور اس کے سوا اور کوئی علاج نہیں مگر اس کو آزمانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی پوری خوراک استعمال کی جائے۔ اگر ایسے لوگ جو صرف اس دوا کو چکھتے ہیں مگر پوری خوراک نہیں کھاتے طاعون سے مرجائیں تو اس سے دوا پر الزام نہیں آتا۔ کیا پانی کا ایک قطرہ پیاس کو بجھا سکتا ہے یا روٹی کا ایک ٹکڑا بھوکے کو سیر کرسکتا ہے۔ اگر تم اس علاج کو اسی طرح آزماؤ جس طرح تم باقی علاجوں کو آزمایا کرتے ہو تو تم یقیناً دیکھو گے کہ اس علاج کو استعمال کرنے یا استعمال کرنیکا دعویٰ کرنیوالے دوسرے لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کے فضل سے زیادہ محفوظ اور زیادہ امن میں ہیں۔ مثلاً قادیان میں ایک دو دفعہ بیماری آئی ہے مگر خدا تعالےٰ کے محض فضل سے احمدی جماعت عام طور پر محفوظ رہی حالانکہ کل بڑے بڑے آریہ جنہوں نے احمدی سلسلہ کے مقابل میں ڈیرہ جمایا تھا اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے مقابل میں ایک مردانہ اور ایک زنانہ سکول کھولا تھا اور احمدی سلسلہ کے اخباروں کے مقابلہ میں ایک اخبار جاری کیا تھا اور ہمارے جلسوں کے مقابل میں جلسے قایم کرنے شروع کیے تھے اُن سب کو طاعون نے اپنا لقمہ بنایا اور اب نہ وہ اخبار رہا نہ وہ مدرسے رہے اور نہ وہ جلسے رہے اور نہ ہی وہ آریہ رہے۔ آریوں کی یہ ہلاکت اور احمدی جماعت کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حفاظت ایک عقلمند آدمی کے لیے غور کا مقام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خدا تعالیٰ اس سلسلہ کے ہر ایک ممبر کو طاعون سے محفوظ رکھ سکتا ہے مگر ایسا کرنا نہ صرف اسکے قانون کے برخلاف ہے بلکہ اس سے بہت سے بُرے نتایج پیدا ہوسکتے ہیں۔ اگر ہر ایک شخص جو حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے طاعون سے بچایا جاوے اور اُن میں سے کوئی بھی طاعون سے نہ مرے تو پھر کون ایسا شخص ہے جو اپنی جان بچانے کے لیے مسیحؑ کے ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بدمعاش اور شریر لوگ بھی اس سلسلہ کو طاعون سے حفاظت کا ذریعہ سمجھ کر اس سلسلہ کی پناہ ڈھونڈیں گے مگر خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس سلسلہ میں ناپاک اور گندے لوگ داخل ہوں اور ابتدا ہی میں یہ سلسلہ ایسے ناپاک اور پلید لوگوں کے ملنے سے خراب ہوجائے۔ خدا تعالیٰ اس سلسلہ سے بہت پیار کرتا ہے اور اسکو پاکیزہ اور مقدس بنانا چاہتا ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ یہ سلسلہ ناپاک لوگوں کے ملنے سے ناپاک ہوجائے۔ وہ نہایت ہی بدقسمت سلسلہ ہے جس میں ابتدا ہی میں گندے لوگ داخل ہوکر سلسلہ کو ناپاک کردیں۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اس علاج کا کارگر ہونا اور طاعون کا آپ کی سچائی کا ایک نشان ہونا ایک اور ذریعہ سے بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ طاعون آپکے اتباع کی تعداد کو گھٹائے طاعون کے آنیسے انکی تعداد میں اور بھی نمایاں ترقی ہوگی اور آخر کار لوگ اس سلسلہ کی ترقی کو حیرت سے دیکھیں گے اور تعجب کریں گے کہ کیا وجہ ہے کہ طاعون کے ایام میں اور فرقوں کی تعداد گھٹ گئی ہے مگر اس فرقہ کی تعداد میں بجائے کمی کے ایک حیرت انگیز ترقی واقع ہوئی ہے۔ اگر طاعون کے ایام میں یہ فرقہ بجائے گھٹنے کے بڑھ جائے تو یہ اس امر کا صریح

ثبوت ہوگا کہ یہ بیماری اس سلسلہ کے فایدہ کے لیے آئی ہے اور اس کی سچائی کا ایک نشان ہے خصوصاً جب کہ اس فرقہ کے مقابل میں دوسرے فرقوں میں دیکھا جائے گا کہ طاعون کے آنیسے انکی تعداد میں ایک بڑی کمی اور نقصان واقع ہوا ہے۔ پس طاعون کے ایام میں اس سلسلہ کے ممبروں کی نمایاں اور حیرت انگیز ترقی اس امر کا یقینی ثبوت ہوگا کہ جس آسمانی ٹیکے کے لیے مسیح موعود بلاتا ہے وہ اس مرض کا یقینی علاج ہے اور جن لوگوں نے اس ٹیکے کو قبول کیا ہے انکے لیے یہ ٹیکا نہایت مبارک ثابت ہوا ہے۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ طاعون مسیح موعودؑ کی سچائی کا ایک نشان ہے، یہ پیشگوئی قرآن مجید میں پائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے مسیح موعودؑ کے زمانہ میں طاعون کے آنیکی خبر دی۔ خود حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اس کے آنیکی خبر دیتے تھے۔ اور علاوہ اسکے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی اعلان دیا کہ نہ صرف وہ خود طاعون سے محفوظ رہیں گے بلکہ ہر ایک شخص جو آپکے گھر کی چار دیواری میں ہے طاعون سے بچایا جائیگا اور آپکے سلسلہ کے ممبر عام طور پر طاعون سے سلامتی اور امن میں رہیں گے اور طاعون کے آنیسے جب دوسری قوموں میں کمی اور نقصان واقع ہوگا آپ کی جماعت اور بھی ترقی کرے گی۔ اس کے علاوہ بائبل کی پیشگوئیاں بھی یہی بیان کرتی ہیں کہ طاعون کا ظاہر ہونا مسیح موعودؑ کا نشان ہوگا۔ ان تمام امور سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ طاعون مسیح موعودؑ کی سچائی کی شہادت دینے کے لیے نمودار ہوئی ہے۔ جن امور کو مینے پیش کیا ہے وہ سب ایسے ہیں کہ کوئی شخص ان سے انکار نہیں کرسکتا اس لیے جو نتیجہ ان سے پیدا ہوتا ہے کہ طاعون مسیح موعودؑ کا ایک نشان ہے یہ بھی قطعی ہے۔

طاعون کا خاتمہ:۔ طاعون کا انجام ابھی دُور ہے۔ مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہو نیوالا ہے وہ اس سے بدتر ہے جو ہوچکا ہے۔ آپ کا ایک تازہ الہام ہے کہ شہروں کو دیکھ کر رونا آئے گا۔ آپکے ایک اور تازہ الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پڑیگی جو بہت سخت ہوگی۔ آپ کا ایک تیسرا الہام ہے کہ کابل کی ریاست میں پچاسی ہزار کے قریب آدمی مریں گے۔ ممکن ہے کہ یہ پیشگوئی بھی طاعون ہی کے ذریعے پوری ہو۔ مگر باوجود اس کے ایک ایسا وقت بھی آنیوالا ہے کہ طاعون کا نام و نشان بالکل مٹ جائیگا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام اُس زمانہ کی مندرجہ ذیل الفاظ میں خبر دیتا ہے۔ یاتی علی جھنم زمان لیس فیھا احد۔ یعنی اس جہنم (طاعون) پر ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے جبکہ اس میں ایک شخص بھی نہیں رہے گا۔ اس الہام میں طاعون کے نابود ہونیکی خبر دی گئی ہے مگر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ طاعون کسطرح نابود ہوگی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے جن الہامات میں طاعون کے آنیکی خبر دیگئی تھی انہی میں یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ طاعون کسطرح جائیگی۔ طاعون کے جانے کے متعلق آپکے الہامات حسب ذیل ہیں۔ اوّل۔ **انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتّٰی یغیّروا ما بانفسھم**۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس وبا کو دُور نہیں کریگا جب تک کہ لوگ گناہوں کی ملاکو دُور نہ کریں۔ دوم۔ **یا مسیح الخلق عدوانا**۔ اے جو دنیا کے لیے مسیح بنا کر بھیجے گئے ہو اس متعدی بیماری میں ہماری خبر لو اور مدد کرو۔ سوم۔ **یا ولی اللّٰہ کنت**

ہم جو حضرت کی پیشگوئیوں کو اس بات سے

لا اعرفك - یعنی زمین مسیح موعودؑ کو مخاطب ہو کر کہتی ہے - اے اللہ کے دوست - مَیں تجھے نہیں پہچانتی تھی - ان تمام الہامات سے پایا جاتا ہے کہ ایک ایسا وقت آنیوالا ہے جبکہ زمین کی قومیں ان عذابوں سے تنگ آکر آخر مسیح موعودؑ کیطرف رجوع کریں گی - اور درخواست کرینگی کہ ہم پہلے آپ کو نہیں پہچانتے تھے - اب آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ اس وبا سے نجات دے - براہین احمدیہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اور الہام ہے جو اسی کے متعلق ہے اور جو حسب ذیل ہے انت مبارك فی الدنیا والاٰخرة - امراض الناس وبرکاته - ان ربك فعال لما یرید - یعنی تجھے اس دنیا میں برکت دیگئی اور آنیوالے عالم میں برکت دیگئی - تو خدا کی برکات کے ساتھ لوگوں کی بیماریوں کی خبر لے - تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے - چوتھائی صدی سے زیادہ عرصہ گذرا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو یہ الہام ہوا اور اس میں دو پیشگوئیاں تھیں - اوّل یہ کہ لوگوں میں بیماریاں پھیلیں گی - دوم یہ کہ آخر مسیح موعودؑ کی دعاؤں کی برکت سے رفع ہونگی - چونکہ الہام کا ایک حصہ پورا ہو چکا ہے اس لیے یقین کیا جا سکتا ہے کہ دوسرا حصہ بھی پورا ہوگا - اس الہام اور اس قسم کے دیگر الہامات کا ذکر کرتے ہوئے آپ سراج منیر صفحہ ۶۰ پر لکھتے ہیں - "دیکھو یہ کس زمانہ کی خبریں ہیں اور نہ معلوم کس وقت پوری ہونگی ایک وہ وقت ہے جو دعا سے مرتے ہیں (لیکھرام کی موت کی طرف اشارہ ہے) اور دوسرا وہ وقت آتا ہے کہ دعا سے زندہ ہوں گے" - مَیں نے جو کچھ کہنا تھا کہدیا ہے - ناظرین کو چاہیئے کہ اسپر غور فرماویں - و اٰخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العٰلمین - (نامہ نگار)

بابی مذہب (۲)

بابی مذہب کے فرقے

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں جہاں بابی مذہب کے متعلق ایک مضمون لکھکر اس سلسلہ کی تاریخ کو زمانہ وفات بہاء اللہ تک (جو ۱۸۹۲ء میں واقعہ ہوئی تھی) پہنچایا تھا ...... یہ کہا تھا کہ بہاء اللہ کے پیرو بہائی سلسلہ کو بابی سلسلہ کا ناسخ مانتے ہیں - اور اپنے مذہب کا نام بھی بہائی مذہب ہی تجویز کرتے ہیں مگر ہم اس کا ذکر بابی مذہب کے نام سے ہی کرینگے کیونکہ ایک تو عام طور پر مشہور نام اس مذہب کا بابی مذہب ہی ہے - اور دوم اصل بات یہ ہے کہ اگر علی محمد باب دعویٰ نہ کرتا تو حسین علی بہاء اللہ کے دعاوی کتم عدم سے ظہور پذیر ہی نہ ہونے پاتے اس لیے ہم اس سلسلہ کا نام بابی سلسلہ ہی زیادہ پسند کرتے ہیں - باب کا بہاء اللہ پر کچھ تھوڑا احسان نہیں کیونکہ اس نے صرف اتنا ہی نہ کیا کہ بہاء اللہ کے دعوے کے لیے ایک رستہ تیار کر دیا بلکہ بہائی دعوے کا اصل اصول ہی باب تھا - اگرچہ بہاء اللہ ایسا ناشکرگذار نکلا کہ اس نے

البیان کی نسبت جو بابی مذہب کی کتاب مقدس ہے ظاہر کیا کہ یہ کتاب بالکل باطل اور بیکار ہے۔ لیکن اسے یہ کہنے کا حق نہیں پہنچتا کہ یہ سلسلہ اس نے آپ ہی شروع کیا تھا۔ یہ عزت علی محمد باب کو ہی حاصل ہے اور اس لیے حق یہی ہے کہ یہ سلسلہ اپنے اصلی بانی مبانی کے نام سے موسوم کیا جائے۔

اسجگہ پر ہم اپنے ناظرین کی آگاہی کے لیے وہ چند باتیں درج کرتے ہیں جن سے یہ پتہ لگ سکے کہ کن وجوہ پر بہاء اللہ کے معتقد بابی کہلانے سے عار کرتے ہیں اور بہائی کہلانیکو ترجیح دیتے ہیں۔ بابی مذہب میں جو اوّل اوّل دو فرقے پیدا ہوئے ان میں سے ایک کا نام ازلی ہے اور دوسرے کا بہائی۔ ازلی فرقے کا بانی مرزا یحییٰ تھا۔ یہ شخص بھی باب کا معتقد تھا اور اپنے آپ کو "صبح ازل" کہاکرتا تھا۔ اسی لیے اس فرقہ کا نام بھی ازلی فرقہ ہوا۔ اسی طرح بہائی سلسلہ کا حسین علی بانی بنا۔ چونکہ یہ شخص اپنے آپ کو بہاء اللہ کہتا تھا اس لیے اس کے فرقہ کا نام بہائی مشہور ہوا۔ اس بات کا ذکر گذشتہ مضمون میں آچکا ہے کہ باب کا اصلی خلیفہ مرزا یحییٰ تھا۔ باب کے مرنیکے بعد مرزا یحییٰ نے اپنی طرف سے باب کے مذہب میں کمی بیشی کو داخل نہ ہونے دیا۔ بلکہ اس کے مذہب پر پورے طور سے کاربند رہا۔ ایک گروہ جو بابی تعلیمات اور عقاید پر کاربند رہنا پسند کرتا تھا وہ تو بدستور مرزا یحییٰ کی اطاعت میں مخلص اور منقاد رہا اور بہائی سلسلہ کے فضول اور واہیات عقاید سے متنفر رہا۔ لیکن ایک دوسرا گروہ جو بہائی کہلایا اور بہاء اللہ کی طرف ہوگیا اس نے اپنا ایک نیا مذہب ہی تجویز کرلیا۔ جس سے بابی تعلیمات اور عقاید بالکل جدا اور مختلف تھے۔ بہائی مذہب کی ایسی کامل علیحدگی دیکھکر سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہاء اللہ کا باب کے ساتھ کیا تعلق تھا؟ ہم اس سوال کا ذیل میں جواب دیتے ہیں۔ لیکن یہ ایسا امر ہے کہ اس کی تشریح کے لیے ہمیں علی محمد باب کے دعاوی کی طرف رجوع کرنا پڑیگا۔

واضح رہے کہ بابی سلسلہ کے بانی کا پہلا دعویٰ یہ تھا کہ "مَیں باب یعنی دروازہ ہوں"۔ بہائی لوگ اسکی تعبیر یوں کرتے ہیں کہ علی محمد کی اس دعوے سے اصل غرض یہ تھی کہ جسطرح یوحنا بپتسمہ دینے والا (حضرت یحییٰ) جو ایلیا ثانی تھا یسوع مسیح (جو یہودیوں کا مسیح موعود تھا) کے آنیسے پہلے آیا تھا اور جسطرح اسکا یسوع مسیح سے پہلے آنا ضروری تھا اسی طرح وہ یعنی باب بھی بہاء اللہ کے آنیسے پہلے آیا اور اسی طرح اس کا آنا بہاء اللہ کے آنیسے پہلے ضروری تھا گویا باب کے معنے ایک پیچھے آنیوالے کی خوشخبری دینے والا تھا۔ لیکن یہ ان لوگوں کی سراسر غلط فہمی ہے۔ دراصل علی محمد نے باب کا نام اس غرض سے ہرگز اختیار نہ کیا تھا بلکہ اس نام کو اس نے شیخی فرقہ سے لیا تھا۔ اس بات کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ علی محمد شیخی فرقہ کا ایک سرکردہ مرید تھا۔ اور اس فرقہ کا اعتقاد تھا کہ امام مہدی موعود زمانہ غیبوبت صغریٰ میں چار دروازوں سے اپنے معتقدوں اور مریدوں سے کلام کریگا یہ چار متواتر باب تھے جن سے انکی مراد یہ تھی کہ امام مہدی معہود اور انکے مخلص متبعین کے درمیان چار شخص ایسے ہونگے جن کے ذریعہ اُن کے درمیان تعلق و رشتہ ہوگا۔ اور یہی وہ واسطہ تھا جسکی بنا پر علی محمد نے باب کا لقب اختیار کیا۔ اور انہی معنوں میں شیخی فرقہ کے ساری ممبروں نے

پہلے پہل علی محمد کے باب ہونیکے دعوے کو قبول کر لیا تھا - اس وقت وہ صرف نزول امام مہدی کا قایل تھا - لیکن جب اُس نے دیکھ لیا کہ لوگوں نے اس کے اس دعوے کو بلا قیل و قال تسلیم کر لیا ہے تو پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ درمیانی عہدہ "باب" تو اپنے ایک مرید کو دیدیا اور آپ مہدی ہونیکا دعویٰ کر دیا - جیسا کہ خود بابی لوگ کہتے ہیں - مگر دراصل نیا لقب جو علی محمد نے اختیار کیا تھا وہ "نقطہ" تھا - اور اس لفظ سے مراد اسکی یہ تھی کہ مَیں وہ مرکزی نقطہ ہوں کہ جسمیں پہلے تمام سلسلے منتہی ہوتے ہیں - اس لقب کو اُس نے اس نیت سے اختیار کیا تھا کہ اسکے یہ معنے سمجھے جائیں کہ ایک آخری مصلح کے آنیکے متعلق جتنی پیشگوئیاں ہو چکی ہیں وہ سب اسی نقطہ کے لیے تھیں اور اسی کے حق میں پوری ہو چکی ہیں - پس اس خیال سے علی محمد نے لقب "باب" سے آگے بڑھکر لقب نقطہ اختیار کر لیا - لیکن اس لقب نے ایسی شہرت حاصل نہ کی جتنی کہ لقب باب کر چکا تھا - عام طور پر اسکو لقب باب ہی سے پہچانا جاتا ہے - جیسا کہ پیچھے ذکر آچکا ہے باب کی سب سے بڑی تصنیف کتاب "البیان" ہے - جو اسکے سارے مشن کا لب لباب اور مخزن ہے - یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس کتاب میں ایک آنیوالے موعود کی نسبت پیشگوئیاں درج ہیں اور اس موعود کا نام **من یظہرہ اللہ** ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی پیشگوئیاں باب نے اپنے سارے دعوے کر چکنے کے بعد لکھیں - اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ جب بہت ساری کوششوں کے بعد اسکو یقین ہو گیا کہ اس کے اپنے دعوے کچھ ایسے سرسبز نہیں ہو سکے - اور سب طرف سے ناکامی ہی ناکامی نظر آئی - تو اس نے اپنے مریدوں کے دلوں سے اس ناکامی کے احساس کو دُور کرنیکی یہ تجویز کی کہ انہیں ایک اور آنیوالے کی انتظار میں لگا رکھے تا اسکی مشن کی آخری کامیابی کی امیدیں انکے دلوں میں زندہ رہیں اور روز بروز استحکام پکڑتی جائیں - اسی خیال کو مدنظر رکھکر اس نے انہیں ایک عظیم الشان موعود کے آنیکی انتظار میں ڈالدیا جسکی نسبت اس نے ظاہر کیا کہ وہ بڑی شان و شوکت سے آئیگا اور بابی مذہب کو اسکی بدولت بڑا غلبہ نصیب ہوگا - غرض جب باب اپنے دعویٰ کی کامیابی سے مایوس ہوا اور جماعت معتقدین کا شیرازہ بگڑتا دیکھا تو اُسوقت اُسے انکو یہ تسلی دینی پڑی -

ہم آگے چلکر اس بات کو دکھائیں گے کہ حسین علی میں جس نے آخرکار بہاء اللہ کا لقب اختیار کر لیا - اکثر سرکردہ بابیوں نے کوئی ایسا وصف نہ پایا جس سے وہ ان پیشگوئیوں کا مصداق ٹھہرایا جاسکتا - بلکہ بڑے تعجب کی بات تو یہ ہے کہ وہی شخص جسپر باب کو کمال درجہ کا اعتبار اور اعتماد تھا - اور جو اس کا سب سے بڑا مصاحب تھا حسین علی کی تردید اور مخالفت کرتا رہا طرفہ یہ ہے کہ تمام لوگ جو حسین علی کے مخالف تھے وہ اس کے دعاوی کے تردید میں البیان ہی کو پیش کرتے تھے علی محمد باب کو فوت ہوئے تیرہ ۱۳ سال گذر چکے تھے کہ جب حسین علی نے اپنے دعویٰ کی پٹڑی جمانی شروع کی وہ لوگ جنکو باب کی صحبت میں بکثرت رہنے کا موقعہ ملتا تھا اور جنہوں نے اس قسم کی پیشگوئیاں اسکی اپنی زبان سے بار بار سُنی تھیں انہوں نے ہی حسین علی کے دعویٰ کی مخالفت کی - اور اسے قبول کرنے سے انکار کیا - یہ ایسی باتیں ہیں کہ

جنسے بہار اللہ کے ظہور کے متعلقہ مزعومہ پیشگوئیوں پر سخت شکوک وارد ہوتے ہیں۔

حسین علی (بہار اللہ) علی محمد باب سے دو برس بڑا تھا اور اس کے بعد بھی بہت لمبی عمر تک زندہ رہا۔ بہائی لوگوں کا بیان ہے کہ حسین علی کی آمد کے متعلق پیشگوئیوں سے سارا البیان لبریز ہے۔ یہ حسین علی باب کا مخلص مرید تھا اور ہمیشہ اُس کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور اسکی پیشگوئیوں کو بھی وہ سنتا ہوگا۔ اب یہ حیرانی کی بات ہے کہ جس موعود کی آمد کی نسبت باب ہمیشہ پیشگوئیوں کا بڑے زور شور سے ذکر کرتا رہتا تھا وہی شخص اسکی صحبت میں دن رات پڑا رہتا ہو لیکن باب اسکو شناخت کرنیسے قاصر رہا ہو کیسی تعجب کی بات ہے کہ اس موعود کے عشق میں وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ایسا جان گداختہ ظاہر کرتا رہتا ہو کہ کوئی عاشق بھی اپنے کسی معشوق کے ہجر اور فراق میں ایسی گشتگی نہ دکھاتا ہو۔ اور وہ محبوب و معشوق جس کے دیدار کے لیے وہ سسکتا رہا ہو در اصل اسکے قدموں میں پڑا رہتا ہو اور اس کے مسائل اور عقاید کا معتقد بنا ہوا ہو۔ اور اسکی حلقہ بگوشی اپنا فخر سمجھ رہا ہو۔ لیکن وہ عاشق اسکو بالکل دیکھ ہی نہ سکا ہو۔ باب کا یہ بھی قول ہے کہ "جو شخص اُس موعود کے منہ سے ایک آیت سُنکر پڑھیگا تو اسکو اتنا اجر ملیگا جو ہزار دفعہ سارا البیان پڑھنے سے بھی نہیں حاصل ہو سکے گا" لیکن اسجگہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حسین علی ہی وہ شخص موعود تھا جسکی نسبت اتنی بڑی پیشگوئیوں پر باب ہمیشہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں زور دیتا تھا تو اس بات میں کونسا حرج تھا کہ یہ پتہ بھی بتا دیتا کہ یہی حسین علی وہ شخص موعود ہے۔ تاکہ بابی لوگ بجائے اس کے کہ اسکے اشارات اور کنایات کو سنتے رہتے اور اسطرح اصل مقصد سے دُور پڑے رہتے اس موعود موجود کی طرف رجوع کرکے اپنے دلوں کا اطمینان حاصل کرتے اور اس کے منہ سے ایک جملہ یا آیت ہی سُنکر (بقول باب) اجر عظیم حاصل کر لیتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ باب نے حسین علی کو اسلیے نہ پہچانا تھا کہ خدا نے اسکو جتایا نہ تھا۔ کہ یہی وہ شخص ہے۔ کیونکہ وہ اس بات سے زیادہ ظاہر کرنیکا پابند نہ تھا جو اسپر ظاہر ہوئی تھی تو یہ بات صحیح نہیں ہو سکتی موعودوں کے متعلق سنت اللہ ایسی واقعہ نہیں ہوئی کہ انکو عام طور پر پوشیدہ رکھا جاوے خداتعالیٰ کی طرف سے موعود اس لیے آتے ہیں کہ وہ ظاہر ہوں اور اپنے دعووں کو روشن کریں اور لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوں۔ البتہ ایک ایسی عمر تک جب تک کہ اُن کے قویٰ پورے طور پر نشوونما نہیں پالیتے اور وہ موعودی عمر بلوغت کو نہیں پہنچ جاتے اسوقت تک کبھی کبھی خدا انکو پوشیدہ بھی رکھا کرتا ہے اور انکی تربیت اور پرورش بھی پوشیدہ ہی کرایا کرتا ہے۔ گو انکی فطرت اسوقت بھی پھوٹ پھوٹ پڑتی ہے۔ لیکن اسجگہ معاملہ برعکس ہے حسین علی عمر میں علی محمد باب سے بھی دو سال بڑا ہے مگر وحی الٰہی علی محمد پر نازل ہوتی ہے۔ خدا کی طرف یہ لغو کام ہم کیونکر منسوب کر سکتے ہیں کہ اصل موعود کی بجائے ایک دوسرے شخص پر وحی نازل کرے کہ ایسا ایسا شخص ظاہر ہونیوالا ہے حالانکہ خود وہ موعود اس وحی کے زیادہ قابلیت رکھتا ہی اور موجود بھی ہے۔ اگر باب اس بلوغ کو پہنچ چکا تھا جس میں وحی الٰہی نازل ہو سکتی ہے تو حسین علی بدرجہ اولیٰ اس بلوغ کو پہنچ چکا تھا ایسی حالت میں باب کا حسین علی کو نہ پہچاننا اور باب کے مرنیکے بھی تیرہ ۱۳

برس بعد حسین علی کا باب کی پیشگوئیوں کی بنا پر اپنے لیے ایک لقب تجویز کرنا اور دعوے کا اعلان کرنا اسکی اپنی تکذیب کا ثبوت ہے۔

سب سے بڑھکر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ بہائی لوگ بہاء اللہ کی آمد کو البیان کی پیشگوئیوں پر مبنی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ کتاب اس قسم کی پیشگوئیوں سے لبریز ہے لیکن وہ اس کتاب کو پیش نہیں کرتے۔ چند جملے ایسے ہیں کہ جنکو بار بار یہ لوگ اپنی تقریروں اور تحریروں میں دوہراتے رہتے ہیں۔ جو نقل در نقل ہوتے چلے جاتے ہیں اور خود وہ لوگ جو ان کا حوالہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں دیتے اور انکی بنا پر بعض دعوے ثابت کرنا چاہتے ہیں ان جملوں کی اصل کتاب میں اپنی آنکھوں سے دیکھنے سے بھی محروم ہیں۔ اگر یہ لوگ البیان کو جان بوجھکر عام لوگوں میں شایع نہیں کرتے تو اس سے یہ نتیجہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس میں ضرور ایسی باتیں درج ہونگی جو حقیقت میں بہاء اللہ کے دعویٰ کی سخت مخالف پڑتی ہونگی۔ اور اگر ایسا حال ہے کہ خود بابیوں کو بھی اس کتاب کی زیارت نصیب نہیں ہو سکتی یا صفحۂ دنیا پر یہ کتاب موجود ہی نہیں تو اس کی نسبت یہ دعویٰ کرنا کہ اس میں بہاء اللہ کی آمد کے متعلق کوئی پیشگوئی درج ہے باطل اور عبث ٹھہرتا ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ جب تک اصل ثابت نہ کیا جائے اسوقت تک یہ بہت نامعقول بات ہے کہ پبلک پر من یظہرہ اللہ کے متعلق اس میں پیشگوئی کے وجود کا تقاضا کیا جائے۔ یہ بات بھی بہت حیرت انگیز ہے کہ ایک کتاب جو خدا کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجی گئی ہو جس میں خدا کا کلام ہو۔ وہ کتاب اپنا مقصد جسکے اتمام کے لیے وہ نازل ہوئی ہے غیر مکمل اور ناقص چھوڑ کر روئے زمین سے ہی نیست و معدوم ہو جائے۔ یہ ایک ایسا امر ہے۔ جو اس کتاب کے بطلان پر دلیل غالب ہے۔ اب پھر جب ہم بہاء اللہ کی طرف توجہ کرتے ہیں تو ہم یہ بات تو اس میں دیکھتے ہیں کہ باب کی نسبت وہ تعظیم اور تکریم سے گفتگو کرتا ہے۔ لیکن وہ اسکو بنی نوع انسان کے لیے کسی طرح مفید نہیں سمجھتا۔ چنانچہ اس کے مرنیکے بعد تیرہ[۱۳] سال ہی کے عرصہ میں اسکی شریعت کو بالکل منسوخ کر دیا۔ اور یہ اعلان کر دیا کہ اس سلسلہ کی غرض دنیا میں کوئی باقی نہیں رہی۔ اس میں کلام نہیں کہ بعض باتوں میں تقاضا اور مصلحت وقت کے لحاظ سے بہاء اللہ مجبور تھا کہ باب سے اختلاف کرتا۔ چنانچہ ایسے اہم امور میں اس نے باب سے اختلاف کیا ہے اور یہ ایک ایسی راہ تھی کہ جسپر اگر بہاء اللہ نہ چلتا تو ضرور تھا کہ اس سارے کاروبار کا تار و پود بگڑکر تباہ ہو جاتا۔ لیکن البیان جیسی ضروری کتاب جس کی نسبت خود باب نے کہا ہوا تھا کہ ایسی بے مثل ہے کہ کوئی شخص اس کے ایک حرف اور نقطہ کی برابری نہیں کر سکتا۔ ایسی ضروری اور اہم کتاب سے حسین علی کا قطعی طور پر انکار کرنا ایک ایسی کارروائی بہاء اللہ کی طرف سے تھی کہ جسکو کوئی معمولی سے معمولی بابی ایک لحہ کے لیے بھی گوارا اور پسند نہیں کر سکتا تھا۔ جیسا کہ ہم ابھی اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ باب پہلے پہل تو صرف امام مہدی کی آمد کا پیش خیمہ بنتا تھا۔ لیکن بعد میں وہ آپ ہی تخت مہدیت پر بیٹھ گیا۔ اور علانیہ اور مخفی طور پر لوگو ںپر ظاہر کرتا رہا کہ ایرانی حکومت کے برخلاف جہاد کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایرانی سلطنت کو اسکی

ان باتوں کی خبر پہنچگئی کہ اس شخص نے رعیت کو برانگیختہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اس لیے بابیوں پر سر اُٹھاتے ہی حکومت کی طرف سے سختی ہونی شروع ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ جب تک بابی لوگ حکومت ایران کے برخلاف جنگ وجدال پر تُلے رہے اسوقت تک حکومت کی طرف سے بھی اُنپر عقوبت روا رکھی گئی۔ لیکن جب انہوں نے ہتھیار ڈالدیئے اور اطاعت اختیار کرلی تو پھر مذہبی عقاید کے اختلاف کی بنا پر حکومت کی طرف سے کوئی چھیڑ چھاڑ انکی برخلاف نہ رہی۔ اور اگرچہ ابھی تک انتظاماً سرگروہوں کو زندان ہی میں محفوظ رکھا گیا تھا۔ لیکن مذہب کے اختلاف کی وجہ سے کوئی بابی اس کے بعد قتل نہیں کیا گیا۔ باب کی زندگی میں بابیوں نے شاہ کے برخلاف طرح طرح کی سازشیں کیں اور مقابلے کیے اور اسکے مرنیکے بعد بھی کچھ عرصہ تک وہ اسی جنون میں سرگشتہ رہے لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ اور انجام کار جس سزا کے مستوجب تھے اسکو پہنچتے رہے۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ باب نے ایرانی حکومت کے برخلاف جہاد کا اعلان کیا تھا چنانچہ اس بات کا مفصل ذکر مصنف رسالہ ایقاظ الغافل نے اپنے رسالہ میں جو اُس نے بابیوں کی تردید میں لکھا تھا صفحہ ۱۱ پر درج کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ”باب نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ جو لوگ میرا انکار کریں اُنپر جہاد کرو۔ اور یہ بھی اعلان کیا کہ میرے منکروں کو قتل کرنا جائز اور نیکی کا کام ہے“ اس میں کلام نہیں کہ یہ بیان باب کے ایک مخالف مصنف کا ہے اور اس وجہ سے کوئی شخص اس کی صداقت پر شبہ کرنیکا حق رکھ سکتا ہے۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عملی طور پر بابیوں نے اپنے مذہب کے پھیلانے اور باب کی حمایت میں تیغ اُٹھائی اور بہت کُشت وخون کی تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باب کی طرف سے کنایت یا صراحت سے کوئی ایسی تعلیمات ضرور انہیں دیگئی ہونگی۔ جنسے بزور شمشیر اپنے سلسلہ کا پھیلانا انہوں نے ایک کار خیر سمجھ لیا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر باب کی طرف سے کوئی ایسی تعلیم نہ ہوتی جسکی کسی تاویل کا اثر اسکے مریدوں پر ایسا ہوتا تو اسکے مرید ہرگز ایسا نہ کرتے۔ پھر جب خود باب کا تلوار اُٹھانا ثابت ہے تو مخالف کا بیان صاف طور پر سچا سمجھا جاتا ہے۔ تاریخی واقعات اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ یہ ثابت ہے کہ بابیوں نے شاہ ایران کے افواج کے ساتھ باقاعدہ جنگ کیے۔ یہ بھی غور کا مقام ہے کہ اگر باب کی طرف سے جہاد کے خیال انکے دماغوں میں نہ جائے جاتے تو وہ کیونکر باقاعدہ افواج بن سکتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی غور طلب امر ہے کہ متفرق طور پر اگر کہیں کوئی بابی رہتا تھا تو اسکے امن میں حکومت کی طرف سے کبھی کوئی خلل نہیں ڈالا گیا۔ نہ کوئی مزاحمت ہوئی اور نہ کوئی اسطرح قتل ہی ہوا۔ اس قسم کا کوئی واقعہ اگر ہوا ہوگا تو وہ شاذ و نادر ہوا ہوگا۔ ہم کو تاریخ تو یہ دکھلا رہی ہے کہ کئی مقامات پر بابی افواج شاہی افواج کے مقابلہ میں آئیں۔ اور باقاعدہ نبرد آزمائی کے اسباب وسامان سے مسلح اور مرصع ہوکر خوب لڑیں۔ ایسے مقابلوں میں جو کشت وخون ہوتا ہے اسکو حکومت کی طرف سے عقوبت اور اذیت کے نام سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ بابیوں نے خود سلطنت کے امن میں خلل اندازی کی اور شاہی افواج کو زخمی کیا اور اُنپر حملے کیے اور خود مقابلوں میں مارے گئے۔

باب کے مرجانیکے بعد اس کے جانشینوں نے جہاد کی تعلیم کو تو چھوڑ دیا لیکن کچھ عرصہ تک وہ بھی گورنمنٹ کی مخالفت کرتے

رہے یہانتک کہ ایکدفعہ بادشاہ کے قتل کے لیے بھی ایک سازش کی۔ البتہ مرزا یحییٰ جو باب کا اصلی جانشین تھا اس نے اپنی زندگی امن سے بسر کی۔ لیکن بابیوں کی گذشتہ کارروائیوں نے گورنمنٹ کو انکی طرف سے ایسا بدظن کر دیا تھا کہ انکے حالات وحرکات کی نگرانی کی طرف بہت توجہ رکھنی ضروری سمجھی گئی۔ گذشتہ مضمون میں ذکر آچکا ہے کہ حسین علی مرزا یحییٰ کا چھوٹا بھائی تھا اور تیرہ سال تک برابر اپنے بھائی کو اپنا روحانی پیشوا مانتا رہا۔ اور اس کی اطاعت اور خوشنودی اپنا مایۂ فخر سمجھتا رہا۔ لیکن پھر موقع پاکر اس نے آپ ہی ایسا بڑا دعویٰ کر دیا جو مرزا یحییٰ کے وہم میں بھی نہ تھا۔ اس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ میں خدا کا مظہر ہوں یعنی انسانی شکل میں خدا ہوں۔ اور میں وہی ہوں جس کی نسبت باب نے پیشگوئی کی تھی۔ یہ حسین علی چونکہ ایک بڑا ہشیار آدمی تھا اس نے جب اس بات کو محسوس کیا کہ سلطنت کی مخالفت کے اظہار سے بہت ناکامیوں اور نقصان کا متحمل ہونا پڑتا ہے اور باب کی حرکات سے سلطنت کو ایسی بدگمانی ہوگئی ہے کہ وہ اس فرقہ کیطرف سے مطمئن نہیں رہی تو اس نے اپنی پالیسی ہی بدل ڈالی اور اپنی تعلیم میں بہت بڑا زور تحمل اور بردباری پر دینا شروع کر دیا۔ اور یہ وعظ کرنا اپنا طریق بنا لیا کہ تم سب سختیوں اور مصیبتوں کو بڑے صبر اور بردباری سے برداشت کرو۔ اس طرز تعلیم سے اسکی غرض یہ تھی کہ تا باب کے مسائل جہاد اور اسکی کارروائیوں سے جو بدظنی حکومت کو ہوگئی تھی وہ دُور ہو جائے۔ اسکی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آگئی تھی کہ جہادی تعلیم سے باب اور اسکی جماعت پر طرح طرح کی مصیبتیں آئیں اور کئی کئی طرح وہ ہلاک ہوئے۔ اس لیے اُن کے بعد صلح پسندی کی راہ ہی سلامتی اور امن کا موجب ہے۔ اس لیے وہ ہمیشہ بار بار اسی تعلیم کو زور سے پھیلاتا۔ چنانچہ اپنی ایک کتاب میں وہ لکھتا ہے "ہم نے بہت الواح میں اپنے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ جن باتوں سے انہیں گزند پہنچے اُن سے پرہیز کریں۔ اور جن سے نفع پہنچے انہیں عمل میں لائیں۔ اے بندگانِ خدا! ہر طبقہ کے لوگوں سے محبت اور شفقت سے عمر بسر کرو۔ بدامنی پھیلانا اور اس قسم کے سارے کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے۔ خداوند عالمین کی یہ بہت بڑی ممانعت ہے۔ اگرچہ پہلے دنوں میں اس قسم کے الفاظ اس اعلیٰ قلم سے نکلے تھے جو صریح طور پر اس جدید حکم الٰہی کے مخالف تھے۔ ایک جگہ اس قسم کے جملوں کی ایک مثال لکھی جاتی ہے تحقیق ریاکاری سے گردنیں لمبی ہوگئی ہیں اے دنیا کو فتح کرنیوالے تیری حماقت کی تلواریں کہاں ہیں؟ ان الفاظ میں جھگڑا اور بغاوت غرض نہیں رکھی گئی تھی۔ مقصود ان سے یہ تھا کہ ظالموں کے ظلم اور مشرکوں کی شرارت کا اظہار کیا جائے تا ہر ایک آدمی کو معلوم ہو جائے کہ زمین کے فراعنہ کا ظلم اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اس سے ایسی آیت کے اعلیٰ قلم سے نکلنے کی ضرورت ہوئی۔ لیکن اب میں خدا کے بندوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ کسی ایسے بیان پر عمل نہ کریں اور ایسے افعال سے لوگوں پر مصیبت نہ ڈھائیں۔ کیونکہ اس بڑے ظہور میں مدد کرنا صرف عقلمندی اور کھول کھولکر بیان کرنے پر منحصر ہے۔" یہ جملے بہاء اللہ کی ایک تصنیف سے مقتبس ہیں۔ ان سے صاف عیاں ہو رہا ہے کہ باب کے کلام میں ایسے الفاظ موجود تھے جو باب کے مریدوں کو واقعی طور پر تلوار اُٹھانے پر مجبور کرتے تھے اور یہ کہ بہاء اللہ کے احکام اس بارہ میں کہ تم

صلح اور امن سے رہو ان احکام سے بالکل مخالف تھے جو اس سلسلہ کے ابتدائی زمانہ میں بابیوں کو باب کی طرف سے دیئے گئے تھے۔ ان باتوں سے صاف ثابت ہے کہ باب نے اپنے متبعین کو جہاد کرنیکا حکم دیا اور بہاء اللہ کی تحریر۔۔۔ اس امر کی تائید کرتی ہے۔ اگر بہاء اللہ صرف اتنا ہی کرتا کہ وہ باب کے اس مذکورہ بالا قابل اعتراض حکم کو منسوخ کرتا تو پھر بھی یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ اس کا مشن باب کے مشن کی تکمیل کے لیے تھا لیکن اس نے اسیقدر پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ اسنے ساری البیان ہی کو منسوخ قرار دیدیا اور جن مقتدر بابیوں نے اسکے مشن کو قبول کرنیسے انکار کیا انکی نسبت سخت توہین آمیز کلمات ظاہر کیے۔ باب کی ساری تحریرات کو منسوخ اور مردود کردیا۔ چنانچہ جب ایک مشہور و معروف بابی نے علی محمد کی تحریرات کی بنا پر بہاء اللہ کو قبول کرنیسے انکار کیا۔ تو بہاء اللہ نے اس شخص کی نسبت اپنی اس بےنام کتاب میں جس کا ہم نے اوپر حوالہ دیا ہے اور جسکا نام ٹائٹل پیج پر نہیں لکھا ہوا۔ یہ کلمات لکھے " وہ کہتا ہے کہ مجھے یحییٰ سے پچاس کتابیں ملی ہیں۔۔۔ لیکن خدا اور دنیا اس بات پر گواہ ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے نقطہ یعنی علی محمد کی صرف دو جلدیں دعا کی یحییٰ کے پاس تھیں اور اس نے انہی کی نقل کرلی ہوئی ہے۔ شاید یہی نقلیں اسنے آدمی کو دی ہونگی۔ یہ دو کتابیں تو خیر اگر اس کے پاس ہزاروں کتابیں بھی ہوں تو بھی اسکو ایک ذرہ فایدہ نہیں ہوگا۔ ان کتابوں سے وہ کیا فایدہ اٹھائیگا۔ لاکھوں من پتھروں کے بوجھ سے ایک ہیرا بہتر ہے اور سیکڑوں پونڈ لوہا اور پیتل ایک قیمتی پتھر کا مقابلہ نہیں کرسکتا" اب یہاں غور کا مقام ہے کہ بہاء اللہ نے باب کی تحریرات کو پتھروں، اور لوہے اور پیتل کا بوجھ بنایا ہے اور اپنے نوشتوں کو ہیرے اور لعل بیان کیا ہے۔ پھر آگے چلکر اسنے لکھا ہے " مجھے اپنی جان کی قسم کہ ساری دنیا کی تصانیف میرے (بہاء اللہ کے) ایک لفظ کی بھی برابری نہیں کرسکتیں۔ اگر تو من یظہرہ اللہ کی آیات میں سے ایک آیت بھی پڑھے تو خدا کے نزدیک اس بات سے زیادہ قابل قدر ہے کہ تو سارا البیان حفظ کرلے" پھر البیان ہی کو اپنے اس دعوے کی تائید میں پیش کرتا ہے کہ میرے دعوے کے رد میں کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کیجاسکتی جسکی بنا البیان کی کسی عبارت پر ہو۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مصنف البیان نے اس بات کا اظہار کیا ہوا ہے کہ جب وہ موعود آئیگا تو وہ البیان کو نہیں پڑھے گا اور نہ ہی اس کی شناخت یا مخالفت البیان کے ذریعہ سے کیجائے گی۔

دراصل جب بنظر تنقید باب اور بہاء اللہ کے رشتہ کو جانچا جاتا ہے تو صرف ایک سوانگ سا نظر آتا ہی۔ جائے غور ہے کہ خود باب بہاء اللہ سے چھوٹا تھا جب بابنے دعوی کا شور مچایا تو اسوقت بہاء اللہ بھی مرید تھا۔ اور اسوقت اس نے خود کوئی دعوی نہ کیا ہوا تھا نہ ہی وہ ان چند آدمیوں میں سے تھا جن کو باب اپنے سلسلہ کا حامی اور مربی سمجھ کر خاص محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ باوجود اس کے یہ مانا جاتا ہے کہ باب کی تصانیف بہاء اللہ کے حق میں پیشگوئیوں سے لبریز ہیں۔ اور ان میں اس موعود کے لیے خاص اظہار محبت اور اشتیاق بھرا ہوا ہے۔ باب کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ ایک ایسے آدمی کے آنیکی پیشگوئی کرتا جو اس سے عمر میں بڑا تھا اور اس کا مرید بھی تھا۔ کیا اسوقت یہ بہاء اللہ جسکو خدا کا اوتار مانا جاتا ہے

اُسوقت آپ وہ کام کرنیکے لایق نہ تھا جو بقول اُس کے اُسکا بھیجا ہوا رسول کرتا تھا؟ اِس بات کی کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ ایک بے معنی پیشگوئیوں اور مجمل معموں کا دفتر لکھ مارتا جبکہ وہ شخص جو اُس پیشگوئی کا مصداق اور اُن معموں کا کھولنے والا تھا۔ خود اسکے سامنے موجود تھا؟ اسطرح گویا بہاراللہ کے نزدیک باب کی ساری مشن لایعنیات کا تودہ قرار پاتا ہے۔ پھر باب کا یہ دعویٰ تھا کہ البیان الہامی کتاب ہے۔ جسکی مثال تو کیا اُسکے ایک حرف بلکہ ایک نقطہ کے برابر بھی ساری دنیا میں کوئی بنانے پر قادر نہیں ہو سکتا سبحان اللہ ایک وہ زمانہ ہے کہ البیان کی نسبت اتنا بڑا دعویٰ دنیا میں کیا جاتا ہے کہ اس کا ایک ایک نقطہ عدیم المثل اور بے نظیر ہے اور ساری دنیا ملکر بھی اسکے ایک نقطہ کی برابری نہیں کر سکتی۔ پھر وہی البیان ہے اور وہی حسین علی اس کا حامی ہے جو باب کے مرنیکے صرف تیرہ[۱۳] سال بعد ہی اس البیان کو نکما اور بیکار ثابت کرتا ہے اور اسکو منسوخ قرار دیتا ہے۔ باب اور اس کے البیان کا اتنا بڑا شور دنیا میں پڑا تھا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں ان دونوں کی نسبت اسی سلسلہ کے جانشین اعلان کرتے ہیں کہ وہ بے معنے اور بیفایدہ ہیں۔ اس بات کے سمجھنے کے لیے ایک صحیح دماغ رکھنے والا انسان حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ اسی البیان کا ایک طرف تو اسقدر ابطال کیا جاتا ہے اور دوسری طرف بہائی دعویٰ کی بنا کی تعمیر اسی کی پیشگوئیوں کی اجزا اور مصالحہ سے کیجاتی ہے۔ معلوم نہیں کہ بہاراللہ کس سمجھ کا انسان ہے کہ خود اپنے دعوے کو البیان کی پیشگوئیوں پر مبنی کرتا ہے۔ پھر جب چند سمجھدار اور مقتدر بابیوں نے باب کے کلام سے یہ ثابت کیا کہ یہ شخص اپنے دعوے میں غلطی اور کذب پر ہے تو اس نے اس کے جواب میں البیان ہی کو سخت سست کہنا شروع کر دیا اور یہ ثابت کرنیکے درپے ہو گیا کہ یہ ایک لایعنی اور بے معنی کتاب ہے جس سے کوئی نفع کسی قسم کا مخلوق کو نہیں پہنچ سکتا پس اسکے منہ کی باتیں ہی اسکی تردید کے لیے کافی ہیں۔ ایسی مخترعات کو دیکھکر انسان تحیر میں پڑ جاتا ہے کہ معقول لوگوں کو یہ کسطرح باور کرائی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ ایسے صریح تضاد کو کوئی عقلمند قبول نہیں کر سکتا۔

ان واقعات سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ بہائی لوگوں کے نزدیک جب بہاراللہ کا دنیا میں ظہور ہو گیا تو پھر باب کا مشن بالکل بیکار اور معطل ہو گیا۔ اس سے اسی قدر نہیں ہوا کہ صرف وہی پیشگوئیاں علی الاعلان مردود قرار دی گئیں جو اس نئے مدعی کے دعوے کے ساتھ موافقت نہ رکھتی تھیں۔ بلکہ ساری کی ساری کتاب جن میں یہ پیشگوئیاں بھی تھیں بالکل منسوخ اور بیکار قرار دیگئی۔ آجتک نہ بہائی لوگوں نے اور نہ خود بہاراللہ نے ہی کبھی اس قسم کی کوشش کی ہے کہ وہ اس بات کی تشریح کر کے ثابت کر دیتے کہ کیونکر ایک مدعی جو اپنے دعووں کو بعض پیشگوئیوں پر مبنی کرتا ہے پھر وہ آپ اُن ہی پیشگوئیوں کو جب وہ ان صاف اور واضح مطالب اور بیانات کے ساتھ مقابلہ کیجاتی ہیں جو اس کے دعوے کے سخت مخالف ہیں اور انہیں پیشگوئیوں کے اندر موجود ہیں رد کر سکتا ہے۔ دراصل اگر غور سے دیکھا جائے تو بہاراللہ کا البیان کی تردید کرنا اس کے اپنے دعوے کی تردید کا ثبوت بین ہے۔ کیونکہ حقیقت میں البیان ہی تو اسکے دعوے کا حقیقی ماخذ تھا۔

جو بابی اس کے پیچھے لگے ہیں وہ بھی ایسے حیران ہیں کہ اس دو رُخی اور پیچیدگی کو سمجھ نہیں سکتے اور نہ ہی اس کے سمجھانے سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ غرض اسطرح خود بہاء اللہ نے اپنا تعلق باب اور البیان سے قطعی طور پر قطع کرلیا ہے۔ اور قطع تعلق سے اسکا یہ سمجھ بیٹھنا کہ میرا دعویٰ محفوظ رہا پرلے درجہ کی نادانی ہے۔ جب باب اور البیان سے اسکو کوئی تعلق نہیں رہا۔ اور بقول اسکے باب کا سارا مشن منسوخ اور باطل ہوگیا تو اسکا نتیجہ یہ ہے کہ بہاء اللہ کا سارا تار و پود جڑھ سے اُکھڑ گیا۔ یہ ہے رشتہ بہاء اللہ کا باب کے ساتھ۔

ناظرین کے لیے اس بات کا جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اگرچہ بہاء اللہ نے ظاہری طور پر باب کی نسبت سخت زبانی نہیں کی بلکہ ہمیشہ تکریم اور تعظیم سے اس کا ذکر کرتا رہا۔ لیکن جن بابیوں نے اس کے دعووں کی تردید اور مخالفت کی ان کو پرلے درجہ کی سخت زبانی اور سب وشتم سے یاد کرنا اس کا عام شیوہ تھا۔ بہاء اللہ کے نزدیک وہ لوگ دوہرے گنہگار تھے۔ ایک گنہ تو ان کا یہ تھا کہ وہ بہاء اللہ کی تردید میں باب کے کلام کو پیش کرتے تھے۔ دوسرا گناہ انکا یہ تھا کہ وہ اس سے آسمانی نشانات کا مطالبہ اور تقاضا کرتے تھے۔ چنانچہ اس بات کو بہاء اللہ نے اپنی تحریرات میں ذکر کیا ہے۔ جس سے امیر زیادہ یقین ہوجاتا ہے۔ لیکن بہاء اللہ کی طرف سے بجائے نشان نمائی اور دلایل کے دشنام دہی سے انکو جواب دیے گئے۔ بہاء اللہ انکو کہتا تھا کہ باب نے کہا ہوا ہے کہ اگر بہاء اللہ زمین کو آسمان کہے گا اور آسمان کو زمین بیان کریگا تو کوئی اس کی مخالفت نہ کرسکے گا اور نہ ہی کوئی اُس سے یہ پوچھ سکے گا کہ یہ کیسی نامعقول بات ہے۔ پھر ایک جگہ پر مذبذب بابیوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے "ہر ایک قریہ میں ایسے غافل لوگ موجود ہیں جو ابلیس کی طرح شبہات اور شکوک پیدا کرنے میں مصروف ہیں"۔ پھر انہیں کی نسبت وہ کہتا ہے "وہ اسطرح کنارہ کش ہوتے ہیں جسطرح گدھے شیر سے ڈر کر بھاگ اُٹھتے ہیں"۔ بہاء اللہ کے بابی مخالفوں میں ہادی دولت آبادی ایک بڑا بھاری سرگروہ مخالفت تھا۔ اس سے بہاء اللہ بہت جلا ہوا ہے اور اسکی نسبت اپنی تحریرات میں اکثر مقامات پر کذاب اور جعلساز وغیرہ سخت سُست کلمات کہے ہیں۔ اس کے علاوہ جو لوگ ابھی تک بابی اصول کے معتقد اور البیان پر ایمان رکھتے تھے ان کو بھی بہاء اللہ ان لوگوں کی طرح غلطی پر سمجھتا تھا جنہوں نے البیان کو قبول نہیں کیا چنانچہ کتاب الاقدس میں جو ؎ بہاء اللہ کی خاص اور اہم تصنیف ہے اور جس میں اس نئے بابی فرقہ کے قوانین اور تعلیمات لکھی ہیں۔ اس قسم کے بیانات اکثر ملتے ہیں جو ذیل میں بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں۔ "تحقیق آسمانی نشانوں کے ساتھ زمین منور ہوگئی ہے لیکن البیان کے پیرو حیرتناک شکوک میں لتھڑے پڑے ہیں..... تحقیق وقت آگیا اور قمر شق ہوگیا۔ مبارک وہ شخص ہے جو مدعی کے دعوے کی تصدیق کرتا ہے اور بدبخت ہر ایک مکار منکر ہے۔ خبردار رہیو اکہیں پیرو ان البیان کے وساوس اور شبہات تیرے سد راہ نہ ہوجائیں..... اور اس بات کو جان لو کہ البیان کے پیرو اس فضل کو قبول کرنے سے منکر ہوگئے ہیں۔ اور یہ ایسا فضل ہے کہ جسکی نظیر دنیا کی آنکھ نے کبھی دیکھی نہ تھی۔ یہ لوگ اپنی ہی ہوا و ہوس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور اس شخص کا انکار کر رہے ہیں جو طلوع قوت کے مقام سے آیا ہے۔ اور خدا کے نشانوں سے

منکر ہو رہے ہیں۔ اسطرح ان کی روحوں نے انکے اعمال کو انکی آنکھوں میں زینت دے رکھی ہے مگر حقیقت میں وہ آج اُن لوگوں میں ہیں جو گمراہ ہیں۔ یہ لوگ وہم پرستی کرتے ہیں پر اسکو پہچانتے نہیں۔ اور بتوں کے آگے سر جھکاتے ہیں پر اسکو سمجھتے نہیں۔ یہ لوگ اپنے سروں کو عمامہ و دستار سے مزین کرتے ہیں۔ لیکن خود گمراہ ہو گئے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں"۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہاء اللہ کی معرفت کے لیے البیان کی تردید اور مخالفت کرنا جزو لازمی ہے۔ اور بہاء اللہ کے دل میں البیان کی تردید کا خیال یہاں تک بڑا ہوا ہے کہ وہ جس کسی میں اس کی نسبت ذرہ بھر انس پاتا ہے اسی کی مخالفت پر کمر باندھ لیتا ہے۔ یحیٰی جو باب کا جائز اور مسلم جانشین تھا جس کے ماتحت بہاء اللہ تیرہ سال تک خاموش مطیع رہا اسکو بھی بہاء اللہ نے اپنی تحریرات میں بہت کچھ برا بھلا کہا اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ محض دنیا پرست اور دنیاوی اعزاز اور اموال کا متلاشی تھا۔ غرض بابی سلسلہ میں ایک عجیب تلاطم پڑ گیا۔ اور اسکی قلعی کھلنے کے خود بخود ہی سامان جمع ہو گئے۔ ایک طرف بابی لوگ بہاء اللہ کے دعوے کی تردید اور تغلیط کرتے ہیں اور اسکو مفتری اور کذاب ثابت کرتے ہیں دوسری طرف بہائی اپنے قدیم رہنما باب سے تمام تعلقات وفاداری قطع کر کے اسکو اور اسکے مشن کو اور اسکی مقدس کتابوں کو علی الاطلاق بیکار اور باطل قرار دیتے ہیں۔

بہاء اللہ اپنی طرف سے ہمیشہ اس کوشش میں رہتا تھا کہ میرا سلسلہ میرے مرنیکے بعد بھی چلتا رہے اور بابی سلسلہ کی طرح اس میں تفرقہ واقع نہ ہونا پائے۔ اس نے اس خیال سے بہت امور بطور پیشدستی کیے۔ اُس نے دیکھا کہ باب کی اس پیشگوئی کا کہ میرے بعد بھی کوئی جانشین ہونیوالا ہے جو مجھ سے بھی بڑا ہوگا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سلسلہ فرقوں میں منقسم ہو گیا۔ اس لیے اس نے اس بات کو مدنظر رکھکر سب سے بڑی پیشدستی یہ کی اور بڑے زور سے اس بات کا اعلان کیا کہ میرے بعد ایک ہزار سال تک کوئی مدعی پیدا نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص ایک ہزار سال سے پہلے کسی وقت دعویٰ کریگا تو وہ یقیناً کذاب اور مفتری ہوگا۔ لیکن اسکی یہ پیش بندی اس کے مطلب کیلیے کافی ثابت نہ ہوئی اور بہائی سلسلہ میں بھی تفرقہ واقع ہو ہی گیا۔ حسین علی کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام غصن اعظم اور دوسرے کا نام غصن اکبر تھا غصن شاخ کو کہتے ہیں اور اکبر اور اعظم اپنے اپنے مفہوموں سے بڑی کے معنے رکھتے ہیں غصن اعظم نے بڑے اہم دعاوی پیش کیے۔ لیکن غصن اکبر کے حمایتیوں نے اسکے دعووں کی بہاء اللہ کی اس پیش بندی کی بناپر تردید کی کہ ایک ہزار سال بہاء اللہ کے بعد تک کوئی مدعی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ اس نے ایک ہزار سال کے اندر ہی دعویٰ کیا ہے اس لیے غصن اعظم مفتری اور کذاب ہے۔ غصن اعظم کے دعوے کی تردید میں غصن اکبر کے ایک مرید نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس رسالہ میں اس نے تمام تردیدی دلایل جمع کر دیئے ہیں۔ لیکن جسطرح عموماً سلسلہ بابی کی تصانیف پر مصنف کا نام نہیں لکھا جاتا اور وہ گمنام طور پر شایع کیجاتی ہیں اسی طرح اس مصنف نے بھی اپنی کتاب پر اپنا نام نہیں دیا۔ اور گمنام ہی رہنا پسند کیا ہے۔ ان دونوں شخصوں کے عقاید اور مسائل میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ بلکہ لکھا ہے

کہ انہیں اسی قدر اختلاف ہے جتنا یہود اور عیسائیوں کے عقاید میں اختلاف ہے۔ یا عیسائیوں اور مسلمانوں میں اختلاف ہے۔ یا مسلمانوں اور بابیوں یا بابیوں اور بہائیوں کے درمیان اختلاف ہے۔ غرض غصن اکبر کے مرید غصن اعظم کے مریدوں کو ایسے الزامات کا ملزم قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے ان کے برخلاف ایسی حالت اختیار کی ہے کہ جو ہر ایک نئے مذہب کے دشمن اُس کی مخالفت میں اختیار کر لیا کرتے ہیں۔ یعنی نئے فرقہ کو سخت مصایب اور عذابوں میں ڈالنے کے درپے ہو رہے ہیں۔ اسطرح فرقہ مخالف کا تذکرہ کرتے ہوئے اس رسالہ کے مصنف نے الفاظ ذیل لکھے ہیں جو یہاں اقتباس کیے جاتے ہیں۔ "تم انکو (یعنی اس فرقہ کے لوگوں کو جس سے مصنف متعلق ہے) عہد شکنی کا مرتکب قرار دیتے ہو۔ اور انکے حق میں سب وشتم کرتے ہو اور انکی تذلیل اور توہین کرتے ہو اور انپر لعنتیں کرتے ہو۔ اور ہر ایک حیلہ سے لوگوں کو انسے باز رکھنے کے درپے ہو رہے ہو۔ اور انہیں انکی صحبت میں اُٹھنے اور بیٹھنے سے منع کرتے ہو۔ بلکہ مَیں نے سنا ہے کہ ایک فریق نے یہانتک بھی غلو کیا ہے کہ انکی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا بھی سخت گناہ ہے"۔ اسی مصنف نے ایک موقعہ پر الفاظ مندرجہ ذیل لکھے ہیں جن سے بابیوں کے اُن اخلاق پر روشنی پڑتی ہے جنکا انکو بڑا بھاری فخر ہے۔ وہ لکھتا ہے "تمھارے لیے یہ کسطرح جائز اور درست ہو سکتا ہے کہ اس محبوب کے رفع کے بعد اتنے تھوڑے عرصہ ہی کے اندر تم سب وشتم اور لعنتوں کے دروازے کھول بیٹھے ہو۔ تم نے لعنتوں اور گالیوں سے اپنی زبانوں کو ناپاک کر لیا ہے۔ اور تم کذب اور افترا کے متاع کو بازار میں لائے ہو۔ اور غیبت اور ریاکاری کے دروازے کھول دیے ہیں تم نہ تو اپنے نفسوں پر ہی رحم کرتے ہو اور نہ ہی دین ایمان الٰہی پر ترس کھاتے ہو"۔ غصن اکبر کا اصلی نام محمدؐ علی ہے اور غصن اعظم کا نام عباس آفندی ہے غصن اعظم دعویٰ کرتا ہے کہ مَیں بہاءاللہ کے بعد خدا کا مظہر ہوں۔ لیکن غصن اکبر (محمدؐ علی) کے پیرو اسکی تردید کرتے ہیں اور یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ بہاءاللہ نے خود کہا ہوا ہے کہ میرے بعد ہزار سال تک کوئی مدعی نہیں پیدا ہوگا اور جو شخص ہزار سال گذرنے سے پہلے دعویٰ کریگا وہ کذاب اور مفتری ہوگا۔ اس لیے بہاءاللہ کے اس فرمانے کے موجب غصن اعظم مفتری اور کذاب ہے۔ بہاءاللہ نے کہا تھا کہ "اب مظہریت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ جو کوئی شخص ہزار سال گذرنےسے پہلے دعویٰ کریگا وہ خواہ کون ہی ہو اور کیا کچھ ہی لائے وہ سب جھوٹ اور افترا ہوگا"۔ اور پھر یہ بھی کہا ہے "کہ ابدی قلم اور اسم اعظم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہزار سال گذرنے سے پہلے سارے نشان لیکر بھی آوے۔ اُسپر ہرگز ایمان نہ لاؤ۔ یہ سال قرآنی حساب کے مطابق بارہ مہینوں کا سال ہوگا۔ اور بموجب حساب البیان کے اُنیس (۱۹) مہینوں کا ہوگا جو ہر ایک مہینہ ۱۹ دنوں کا شمار ہوتا ہے ...... جو شخص ہزار سال کی مدت کے اندر دعویٰ کریگا وہ یقیناً کذاب اور مفتری علی اللہ ہوگا"۔ ایسا ہی عباس افندی کے مرید دوسرے فرقہ کے بانی کو کذاب اور مفتری سمجھتے ہیں۔ الغرض انہیں باہمی اسی قدر دشمنی اور اختلاف بڑھا ہوا ہے جسقدر باب اور بہاءاللہ کے پیرووں کے درمیان تھا۔

یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہاء اللہ نے غصن اعظم کی نسبت بہت مبالغہ آمیز کلمات کہے ہوئے تھے۔ لیکن اسکے مخالف بدیں وجہ اسکی مخالفت کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو بہاء اللہ کا ہم پلہ سمجھتا ہے اس لیے وہ اسکو کذاب اور مفتری سمجھتے ہیں۔ مثلاً اگر بہاء اللہ نے اس کو رب کہا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ خود بہاء اللہ رب الارباب تھا۔ پھر اگر بہاء اللہ نے اسکے متعلق یہ کہا کہ "یہ وہ شخص ہے جسکے گرد آسمان گھوم رہے ہیں" تو بہاء اللہ اس سے بھی بہت برتر تھا کیونکہ اس نے اپنی نسبت کہا ہے کہ لتعطین الالوهية من تشاء ولتنزعن الالوهية عمن تشاء۔ یعنی بہاء اللہ جسکو چاہے خدائی دے سکتا ہے اور جس سے چاہے خدائی لے سکتا ہے۔ یہ ہیں بیہودہ گوئیاں ان دونوں فرقوں کی جن میں سے ایک دوسرے کے لیڈر کو مفتری اور کذاب کا خطاب دیتا ہے غصن اعظم اپنے لیے من ارادہ اللہ کا خطاب تجویز کرتا ہے غصن اکبر کے پیروؤں کا یہ دعویٰ ہے کہ غصن اعظم کے پیروؤں نے اصل بہائی مذہب سے مندرجہ ذیل امور میں انحراف کیا ہے۔ اوّلاً بر توحید ذاتش و تفریدکینونتش اقرار ندارید و اگر خود را بلسان مقر دانید عملاً انکار نمودہ اید زیرا کہ اثبات شبہ و مثل برائے حضرتش نمائید و ثانیاً قبل از الف سنتش را تغیر دادہ آید و اوامرش را قابل نسخ و ہدم دانستہ اید و ثالثاً در حق حضرت من ارادہ اللہ غلو نمودہ اید و کما امرتم بہ فی الکتاب ناظر نشدہ اید و رابعاً حضرت غصن اللہ اکبر را رد نمودہ اید و معزول فرض کردہ اید و خامساً احترام حرم و آل اللہ را مرعی نداشتہ اید و ساو سا بسب و لعن مشغول شدہ اید و لسان را بگفتار زشت آلودہ اید۔ خلاصہ ان الزامات کا یہ ہے کہ اوّل غصن اعظم کے پیروؤں نے بہاء اللہ کی توحید کو نہیں مانا گویا دوسرا شریک خدائی کا غصن اعظم کو ٹھہرایا۔ دوم ہزار سال ختم ہونے سے پہلے بہاء اللہ کے اقوال کو منسوخ مانا۔ تیسرا غصن اعظم کے متعلق غلو کیا۔ چوتھا غصن اکبر کو رد کیا۔ پانچواں اللہ کے حرم اور آل یعنی بہاء اللہ کی بیوی اور بچوں کی عزت نہیں کی۔ اور چھٹے بہائیوں کے ایک گروہ پر سب و لعنت کی۔

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۲۳۔ اگست ۱۹۰۷ء۔ سینالهم غضبٌ من ربّهم ۔ ترجمہ۔ قریب ہے کہ انکو انکے رب کا غضب پہنچیگا۔ ۲۶۔ اگست ۱۹۰۷ء۔ من کان فی نصرة الله کان الله فی نصرته۔ ۱۔ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ لکم البشریٰ فی الحیوٰة الدنیا۔ ترجمہ۔ تمھارے لیے اس دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے۔ ۲۔ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ امّن یجیب المضطر اذا دعاه قل الله ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون۔ ۵۔ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ توکلوا علیه ان کنتم مؤمنین

۵۔ستمبر ۱۹۰۷ء۔ بسلامٍ منّا۔ تو ہر ایک بلا سے بچایا جائے گا۔ ۱۶۔ستمبر ۱۹۰۷ء۔ بوقت شام اِنّا نبشرك بغلامٍ حلیم۔ ترجمہ۔ ہم تجھے ایک حلم والے لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ ۱۸۔ستمبر ۱۹۰۷ء۔ رؤیا۔ فرمایا چند روز ہوئے مَیں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا تھا کہ وہ مرتدین میں داخل ہو گیا ہے مَیں اس کے پاس گیا وہ ایک سنجیدہ آدمی ہے۔ مَیں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہوا اُس نے کہا کہ مصلحت وقت ہے۔ ۱۹۔ستمبر ۱۹۰۷ء۔ (۱) خدا خوش ہوا۔ (۲) یا عبدی انّی معك۔ ترجمہ۔ اے میرے بندے مَیں تیرے ساتھ ہوں۔ ۲۰۔ستمبر ۱۹۰۷ء۔ (۱) انّی معك ومع اھلك لکم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا۔ ترجمہ۔ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں تمہارے لیے اس دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے۔ (۲) انی احافظ کل من فی الدار۔ ترجمہ۔ میں ان سب کی حفاظت کروں گا جو اس دار میں ہیں۔ ۲۱۔ستمبر ۱۹۰۷ء (۱) والضحٰی واللیل اذا سجٰی ما ودعك ربك وما قلٰی۔ (۲) انّی معك ومع اھلك۔ ترجمہ۔ مَیں تیرے ساتھ اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔ (۳) انّی معك یا ابراھیم۔ ترجمہ۔ مَیں تیرے ساتھ ہوں اے ابراہیم۔ (۴) انی مبارکٌ ٭

صاحبزادہ میاں مبارک احمدؐ کی وفات:۔ میاں مبارک احمدؐ ۱۶۔ستمبر ۱۹۰۷ء یوم دوشنبہ نماز فجر کے وقت فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انکی درمیانی صحت کی بشارت گذشتہ رسالہ میں شایع ہوئی تھی مگر تھوڑے ہی افاقہ کے بعد بیماری پھر عود کر آئی اور جیسا کہ پہلے سے شایع شدہ پیشگوئی میں ذکر تھا وہ چھوٹی ہی عمر میں یعنی نویں سال میں وفات پا گئے۔ (۱) انکے متعلق انکی پیدایش سے پہلے یہ الہام تھا۔ انی اسقطہ من اللہ واصیبہ جو تریاق القلوب مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں شایع ہو چکا ہے جہاں اسکی تاویل بھی بالفاظ ذیل درج ہے کہ "یہ لڑکا نیک ہوگا اور رو بخدا ہوگا اور خدا کی طرف اسکی حرکت ہوگی۔ اور یا یہ کہ جلد فوت ہو جائیگا۔ اس بات کا علم خدائے تعالیٰ کو ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات اسکے ارادہ کے موافق ہے۔ (۲) سال گذشتہ میں ماہ مئی میں بذریعہ اخبارات ورسالہ ہذا یہ الہام شایع ہو چکا ہے "دشمن کا بھی ایک وار نکلا" جسکی تشریح اسیوقت ان الفاظ میں کی گئی تھی۔ کہ "کوئی ایسا امر رنجدہ خدا کی طرف سے ہماری نسبت یا ہماری جماعت کے کسی فرد کی نسبت صادر ہوگا جس سے دشمن خوش ہو جائیگا۔" (۳) سال حال میں مارچ کے مہینہ میں کثرت سے ایسے الہامات ہوئے جن سے اہل بیت پر کسی ابتلا کا آنا معلوم ہوتا تھا جیسے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ جسکی تفہیم اسیوقت یہ ہوئی تھی جو ساتھ ہی شایع ہو چکی ہوئی ہے کہ اے اہل خانہ خدا تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہے اور پھر الہام ہوا "ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر"۔ انکے علاوہ بعض الہامات اور رؤیا ایسے بھی تھے جو شایع نہ ہوئے تھے۔

صدر انجمن احمدیہ قادیان

(۱) صدر انجمن احمدیہ کی اہم اور اصلی غرض اشاعت اسلام ہے۔

(۲) صدر انجمن احمدیہ کے متعلق اسوقت حسب ذیل کام ہیں۔

اوّل۔ ایک ہائی سکول کا انتظام جس میں انٹرنس تک دنیوی تعلیم دیجاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عربی اور دینیات کی اسقدر تعلیم دیجاتی ہے جس سے ایک باقاعدہ تعلیم پانیوالا طالب علم قرآن شریف کا ترجمہ اور دین کی بہت سی ضروری باتیں سیکھ لیتا ہے اور اسلام کی صداقت اور غیر مذاہب کے بطلان کے بہت سے دلایل سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اس مدرسہ کے متعلق ایک بورڈنگ ہوس ہے جس میں سو۲۰۰ سو کے قریب لڑکے ہیں علاوہ ازیں ایک گرلز سکول اور دیہات میں تین برانچ سکول ہیں۔

دوم۔ ایک دینیات کے مدرسہ کا انتظام جس میں زیادہ تر تعلیم عربی اور دینیات کی دیجاتی ہے اور اس کے ساتھ طب اور تھوڑے تھوڑے مروجہ مضامین پڑھائے جاتے ہیں کتابت بھی سکھائی جاتی ہے جو لوگ صرف انگریزی اور عربی دینیات کی تعلیم حاصل کرنا چاہیں انکے لیے بھی انتظام کیا گیا ہے۔

سوم۔ ایک میگزین ماہوار کا انتظام جو انگریزی میں بلاد یورپ اور امریکہ اور بعض دیگر ممالک میں کئی سو مفت بغرض اشاعت اسلام تقسیم ہوتا ہے۔ اور اردو میں قریباً دو ہزار کے اشاعت اس کی ہندوستان میں ہے اس رسالہ کے اردو حصہ کے ساتھ ایک ضمیمہ تفسیر القرآن کا بھی ہے جو اصل رسالہ سے الگ ہے۔ جس میں ہر قسم کے مشکلات اور اعتراضات کو نہایت صفائی سے حل کیا جاتا ہے۔

چہارم۔ ایک کتب خانہ جس میں بہت سی حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیفات اور بعض دیگر اسلامی تصنیفات اور مدرسہ کی مروجہ کتابیں اور بعض احمدی احباب کی تصنیفات ملتی ہیں اس کی ایک مختصر فہرست دوسری جگہ دیگئی ہے۔

پنجم۔ ایک قبرستان کا انتظام اور اس کے متعلق وصایا وغیرہ کا اہتمام۔

ششم۔ ایک یتیم فنڈ جس سے حسب گنجایش بعض یتامیٰ کی مدد کیجاتی ہے۔ ایسا ہی ایک مسکین فنڈ ہے جس سے بعض مساکین کو جو مدرسہ میں پڑھتے ہیں مدد دیجاتی ہے اور زکوٰۃ کا روپیہ بھی حسب منشائے شریعت اسلامی جسقدر جمع ہو تقسیم کیا جاتا ہے۔

صدر انجمن احمدیہ کی ضروریات | سب سے اوّل لنگرخانہ ہے۔ اس کا انتظام براہ راست حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں ہے تمام بیعت کرنیوالوں کے لیے ضروری ہے کہ کچھ نہ کچھ چندہ لنگرخانہ ادا کریں اور اس سلسلہ کی اعانت کریں۔ اسکے اخراجات میں نہ صرف مہمانوں کی آمد و رفت کے اخراجات ہی ہیں بلکہ تعمیر اور خط و کتابت حضرت اقدسؑ اور طبع کتب وغیرہ کے اخراجات کثیر بھی ہیں۔ دوسری ضرورت ہائی سکول اور مدرسہ دینیات کے متعلق ہے۔ اس کے لیے بھی تمام بیعت کنندگان کے لیے چندہ دینا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ماہوار مستقل خرچ ایک ہزار روپے کے قریب ہے اور عمارت کا خرچ درپیش ہے تیسری ضرورت یہ ہے کہ تمام احمدی احباب اور

ایسے غیر احمدی احباب جو تعلیم کے ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کے بچے دیندار ہوں انہیں اس مدرسہ میں تعلیم کیلئے بھیجیں۔ چوتھی ضرورت میگزین کے متعلق ہے اسکا چندہ اُردو میں عہ رسالانہ ہے اور ضمیمہ یعنی تفسیر القرآن کا چندہ ۱۲ر سالانہ ہے۔ اصل میگزین ۴۸ صفحوں پر ضمیمہ ۲۴ صفحہ پر ہے۔ انگریزی رسالہ کی قیمت للعہ رسالانہ ہے۔ سب احباب کیلیے ضروری ہے کہ خود اس کے خریدار بنیں۔ اور جو رسالہ مفت تقسیم کیا جاتا ہے اس میں بھی حسب استطاعت اعانت کر کے اشاعت اسلام کیلیے انجمن کی مدد کریں۔ **پانچویں۔** ضرورت یتیم فنڈ اور مسکین فنڈ میں مدد کی ہے۔ قربانی کی کھالوں کی قیمت اور ہر قسم کے صدقات اس مد میں بھیجے جاویں قابل استعمال کپڑے وغیرہ بھی بہت کام آسکتے ہیں۔ **چھٹی** ضرورت زکوٰۃ کے روپیہ کے یہاں بھیجنے کی ہے۔ اس روپے سے بہت مفید کام ہو رہا ہے تمام احمدی مرد اور عورتیں جو صاحب نصاب ہیں سالانہ اپنی زکوٰۃ کا حساب کر کے اسجگہ بھیجدیں۔ **ساتویں** ضرورت یہ ہے کہ جو کتابیں انجمن کے کتب خانہ سے مل سکتی ہیں وہ یہاں سے منگوائی جاویں اس سے بھی انجمن کو مدد پہنچتی ہے۔ بعض احباب نے اپنی کتابیں انجمن کے نام ہبہ کر دی ہیں ایسی مثالیں بھی قابل تقلید ہیں۔

نوٹ۔ مقبرہ بہشتی کی شرائط کو جو لوگ پورا کرنا چاہیں وہ اپنی آمد کا دسواں حصہ دیں یا اپنی جائداد کے دسویں حصہ کی متعلق وصیت کریں

ضروری ہدایات (۱) ہر ایک قسم کا روپیہ جس کا تعلق صدر انجمن احمدیہ کی کسی مد سے ہو بنام محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان آنا چاہیے مگر لنگر خانہ کا روپیہ حضرت مسیح موعودؑ کے نام بھیجیں اگر دوسری مدات کے ساتھ ملا ہوا ہو تو محاسب کے نام بھیجکر اسے اطلاع دیں کہ وہ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پیش کر دے۔ (۲) منی آرڈر کے کوپن میں پوری رقم اور اسکی تفصیل کہ کن کن اغراض کیلیے ہے دیا اگر لمبی تفصیل ہو تو علیحدہ خط میں دیں) اور فرستندہ کا نام اور پتہ خوشخط درج ہوں (۳) ہر ایک قسم کی رسید باضابطہ دفتر محاسب سے دیجاویگی پس جس شخص کو رسید دفتر کی محاسب کے دستخطی وقت پر نہ پہنچے اسے خط و کتابت کر کے دریافت کرنا چاہیے۔ ایسی رسیدیں حتی الوسع کچھ مدت کے لیے محفوظ رکھی جاویں۔ نوٹ ۴ر سے کم رقم کی رسید نہ دیجاویگی

(۴) مدرسہ کے متعلق ہر ایک قسم کی خط و کتابت نائب ناظم مدرسہ یا ہیڈ ماسٹر مدرسہ سے کریں اور بورڈنگ ہوس کے متعلق سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہوس سے۔ (۵) جو احباب مدرسہ میں اپنے لڑکے بھیجیں انکا ایک ماہ کا خرچ پیشگی ہیڈ ماسٹر صاحب یا سپرنٹنڈنٹ صاحب کے نام بھیجیں اور یہ یاد رکھیں کہ خرچ ہمیشہ سپرنٹنڈنٹ صاحب کے پاس بھیجا جاوے لڑکے کو نہ دیا جاوے سپرنٹنڈنٹ صاحب حسب ہدایت اور حسب ضرورت اسی لڑکے کی بہتری کیلیے خرچ کرینگے اور ماہوار حساب بھیجتے رہیں گے۔ (۶) میگزین کے متعلق کل خط و کتابت مینجر میگزین یا نائب ناظم میگزین کے نام پر کریں۔ اور ایڈیٹر کے نام سوائے ان خطوط کے جن کا تعلق مضامین رسالہ سے ہو اور کوئی خط و کتابت نہ کریں۔ (۷) مقبرہ بہشتی کے متعلق اور وصیت وغیرہ کے متعلق نائب ناظم مقبرہ بہشتی سے خط و کتابت کریں اور انہی سے رسالہ الوصیت طلب کریں جو مفت بھیجا جاویگا۔ وصیت کی فارمیں بھی انہی سے طلب کریں اور انہی کے نام وصایا بھیجیں۔ (۸) کتابیں نائب ناظم میگزین سے طلب کیجاویں جو بذریعہ وی۔پی مطلوبہ کتب بھیجیں گے اور جگہ سے طلب نہ کیجاویں۔ (۹) امور متعلقہ صدر انجمن میں سکرٹری صدر انجمن احمدیہ سے خط و کتابت کریں

(۱۰) وظائف مسکین فنڈ کی متعلق درخواستیں صرف دو دفعہ سال میں پیش ہوں گی یعنی نومبر اور مئی میں پس جو صاحب درخواستیں بھیجیں وہ اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ انکا جواب سوائے ان دو واقعات کے نہیں مل سکیگا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ بدون منظوری مجلس کسی طالبعلم کو جس کے وظیفہ کیلیے درخواست کی گئی ہے یا کرنیکا منشا ہے یہاں نہ بھیجیں۔ المعلن خاکسار محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

(مطبع میگزین قادیان دار الامان میں مینجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا)